~~۱۱۹۹~~
۷۵۴
التقریر الحاسم
لقضیۃ
عقد القاسم
(نقد و تبصرہ - اردو)

التقریر الحاسم لقصہ عقر القاسم

ذو الفقار حسین
مسند العارفین

جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

وبعد فهذا هو الجزء الثانی من السیل الراسم القالع اساس مبتدعات المراسم الذی یجیبنا لنخزانة

التقریر الحاسم

لقصّة

عقد القاسم

من مصنفات صدر المحققین فخر المدققین ناصر الملة والدین العیلم العلامة والنحریر الفهامہ ثالث القمرین مولانا السیّد ظهور حسین حرسه رب المشرقین من نوازل المبین بحق الائمة المصطفین وقد تصدی لطبعه السند المعتمد السیّد محمد المعروف به داروغه چهدن صاحب

فی مطبعة تصویر عالم لکھنؤ ڈیوڑھی آغا میر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حصۂ دوم - اس حصہ مین عقد جناب قاسم بن حسن سلام اللہ علیہما کے وقوع وعدم وقوع
بحث کی جاتی ہی **واضح ہو** کہ اس قصہ کا واقع ہونا فاطمۂ کبری یا زبیدہ کے حضرت سید الش
کی اولاد امجاد مین معدود ہونے اور واقع کربلا مین موجود ہونے پر مبنی ہی لکن علمائے اع
اور ائمۂ تاریخ وسیرت کے کلمات ونصوص پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرتؑ کی اولاد ا
مین کوئی صاحبزادی فاطمۂ کبری یا زبیدہ معدود نہین ہین بلکہ محققین فن کی تصریحات سے
فقط ایک فاطمہ کا حضرت کی اولاد مین موجود ہونا ثابت ہوتا ہی جو فاطمۂ صغری کے ساتھ مش
تھین اور واقعۂ کربلا مین تشریف رکھتی تھین اور اُنکا عقد اُنکے ابن عم جناب حسن مثنی کے
واقع ہوا تھا اور خود حسن مثنی بھی معرکۂ کربلا مین موجود تھے جو کربلا سے زندہ بچ کر مدینۂ من
کو واپس آئے اور ایک مدت تک زندہ رہے اور اُنکے صلب اور حضرت فاطمہ بنت الحسین
علیہما السلام کے بطن سے کئی فرزند پیدا ہوئے ایسی صورت مین جناب قاسمؑ کے ساتھ عق
کا واقع ہونا معقول نہین ہی چنانچہ ان مطالب کی کئی مقامون مین تحقیق کی جاتی ہی **مقام**
اول جناب سید الشہداؑ کی اولاد امجاد مین فقط ایک فاطمہ کا موجود ہونا اور کتب تواریخ و
انساب کا ذکر فاطمۂ کبری وزبیدہ سے خالی ہونا اس مطلب کی توضیح کے لیے بعض علمائے اعلام

اور مورخین عظام کے عبارات و افادات نقل کیے جاتے ہین

علماء و مورخین اہل تشیع

اول جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ ہین جنکے کلام کا اس باب مین جملہ علماء و مورخین کے کلام پر مقدم
ہونا محتاج بیان نہین ہی اور صاحب کشف الغمہ جناب علی بن عیسی الاربلی رحمہ انکی بہ نسبت تحریر
فرماتے ہین فما ذکرہ الشیخ المفید ہو الذی یعتمد علیہ فی ہذا الباب لانہ اشد حرصا و اکثر
تنقیبا و کشفا و طلبا لہذہ الامور چنانچہ جناب شیخ مفید اعلی اللہ مقامہ نے کتاب ارشاد
مین تحریر فرمایا ہی کان للحسین ستۃ اولاد علی بن الحسین الاکبر کنیتہ ابو محمد و امہ شاہزنان
بنت کسری یزدجرد و علی بن الحسین الاصغر قتل مع ابیہ بالطف و قد تقدم ذکرہ فیما
سلف و امہ لیلی بنت ابی مرۃ ابن عروۃ ابن مسعود الثقفیۃ و جعفر بن الحسین لا بقیۃ لہ و امہ
قضاعیہ و کان وفاتہ فی حیوۃ الحسین و عبد اللہ بن الحسین قتل مع ابیہ صغیرا
جاءہ سہم و ہو فی حجر ابیہ فذبحہ و قد تقدم ذکرہ فیما مضی ایضا و سکینۃ بنت
الحسین و امہا الرباب بنت امرء القیس بن عدی کلبیۃ معدیۃ و ہی ام عبد اللہ
بن الحسین و فاطمۃ بنت الحسین و امہا ام اسحاق بنت طلحۃ بن عبید اللہ تیمیۃ
انتہی کلامہ رفع مقامہ **دوم** علامہ طبرسی رح ہین چنانچہ انکی کتاب اعلام الوری سے
یہ عبارت منقول ہی الفصل الخامس فی ذکر اولاد الحسین کان لہ ستۃ اولاد علی بن
الحسین الاکبر زین العابدین امہ شاہزنان بنت کسری یزدجرد بن شہریار و
علی الاصغر قتل مع ابیہ امہ لیلی بنت ابی مرۃ بن عروہ بن مسعود الثقفیۃ والناس
یغلطون انہ علی الاکبر و جعفر بن الحسین امہ قضاعیہ و مات فی حیوۃ ابیہ و لا
بقیہ لہ و عبد اللہ قتل مع ابیہ صغیرا و ہو فی حجر ابیہ و قد مر ذکرہ فیما تقدم لعنۃ
اللہ علی قاتلہ و سکینۃ بنت الحسین امہا الرباب بنت امرء القیس بن عدی بن اوس

وھی ام عبد اللہ ایضاً و فاطمۃ بنت الحسینؑ وامہا ام اسحاق بنت طلحۃ بن عبد اللہ
انتہی سوم محمد بن علی بن شہر آشوب علیہ الرحمہ ہین چنانچہ اُنکی کتاب مناقب مطبوعہ بمبئی کے
صفحہ ۸۲ مین مرقوم ہی ابناؤہ علی ن الاکبر الشہید امہ برۃ بنت بن عروۃ بن مسعود الثقفی
وعلی ن الامام وھو علی ن الاوسط وعلی ن الاصغر وھما من شہربانویہ ومحمد وعبد اللہ
الشہید وامہما الرباب بنت امرء القیس وجعفر وامہ قضاعیہ وبناتہ سکینۃ امہا
الرباب بنت امرء القیس الکندیۃ وفاطمۃ امہا ام اسحاق بنت طلحۃ بن عبد اللہ وزینب
واعقب الحسینؑ من ابن واحد وھو زین العابدین وابنتین وبابہ رشید الہجری و
اصحابہ عبد اللہ بن یقطر رضیعہ الخ تنبیہ عبارت منقولہ مین لفظ وبابہ الرشید الہجری
کا لفظ ابنائہ علی الاکبر الشہید پر عطف ہی اور ابنائہ اور بابہ کا مرجع حضرت سید الشہدا
ہین اور حاصل یہ ہی کہ حضرت کی اولاد فلان فلان بزرگوار ہین اور حضرت کے نائب خاص
رشید ہجری ہین اور حضرت کے اصحاب مین سے ایک بزرگ عبد اللہ بن یقطر بھی ہین اھ اور اس
مطلب کا عبارت منقولہ پر منطبق ہونا محتاج بیان نہین ہی لیکن اس مقام پر صاحب محن الابرار
نے لفظ بابہ کی ضمیر کا مرجع نقل یا روایت کو قرار دیا ہی چنانچہ اُسکے ترجمہ مین تحریر کرتے ہین
و باب این روایت وطریقش رشید ہجری است انتہی وفیہ من الغرابۃ ما لا یخفی ولا ادری
ماذا اراد بکون رشید الہجری باب الروایۃ وطریقہا ثم لیت شعری ما اراد بالروایۃ
المشار الیہا فی کلامہ رحمہ اللہ تعالی لکنہ اعلم بما قال چہارم علی بن عیسی الاربلی
ہین چنانچہ اُنھون نے کشف الغمہ مین عبارات ابن طلحہ وابن الخشاب وابن الاخضر وجناب
شیخ مفید رح کو نقل کیا ہی جن سے جناب سید الشہدا علیہ السلام کی اولاد اناث مین صرف
ایک فاطمہ کا موجود ہونا ظاہر ہوتا ہی اور عبارت ارشاد سابقا مذکور ہوئی اور دیگر عبارات
آیندہ انشاء اللہ تعالی مذکور ہونگی پنجم فخر الدین طریحی ہین کہ باوصف اسکے کہ اُنھون نے
منتخب مین قصہ عقد قاسم کو نقل کیا ہی مگر اولاد امجاد مین صرف دو ہی صاحبزادیون کا ذکر

کیا ہی ایک حضرت سکینہ دوسری فاطمۂ صغری چنانچہ منتخب کے جزو ثانی کی مجلس اول مین
انکی عبارت اس طرح واقع ہی و فی بعض الاخبار انہ کان للحسین علیہ السلام اربعۃ
اولاد ذکور وھم علیؑ بن الحسینؑ الاکبر وکان عمرہ یوم قتل مع ابیہ سبعۃ عشر سنۃ وعلیؑ
ابن الحسینؑ الاصغر وھو الامام علیہ السلام الذی عاش بعد ابیہ وجعفر بن
الحسین علیہ السلام مات فی حیوۃ ابیہ ودفن بالمدینۃ ولا بقیۃ لہ وعبد اللہ بن
الحسین علیہ السلام ھو الطفل الذی قتل فی حجر ابیہ جاءہ سہم میشوم وھو یستسقی
لہ من القوم ماء فجاءہ السہم فی نحرہ فذبحہ من الاذن الی الاذن فجعل ابوہ الحسینؑ
علیہ السلام یتلقی الدم من نحرہ ویرمی بہ فی الھواء الی نحو السماء فلا یسقط منہ قطرۃ
وھو مع ذلک یبدی الشکایۃ الی اللہ تعالی ویبکی ویقول قتل اللہ قوما قتلوک یا بنی
ما اجراھم علی اللہ تعالی وعلی انتہاک حرمۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ علی الدنیا
بعدک العفا وکان للحسین علیہ السلام بنتان سکینۃ وفاطمۃ الصغری ثم
مجلسی علیہ الرحمہ ہین کہ بحار الانوار باب عدد اولادہ صلوات اللہ مین انھون نے عبارات
ارشاد شیخ مفید رح ومناقب ابن شہر آشوب رح وکشف الغمہ اربلی رح کو نقل فرمایا ہی جنمین
صرف ایک فاطمہ کا ذکر ہی اور فاطمۂ کبری اور زبیدہ کا مطلقا ذکر نہین ہی اور جلاء العیون
مین مجلسی علیہ الرحمہ نے قول شیخ مفید رح کو جس مین حضرت کی دو صاحبزادیان فاطمہ وسکینہ
مذکور ہین اظہر واشہر درمیان علماے شیعہ فرمایا ہی چنانچہ لکھتے ہین فصل بیست وچہارم
در بیان عدد اولاد وازواج آنحضرت صلوات اللہ علیہ شیخ مفید روایت کردہ اند کہ آنحضرت
را شش فرزند بود علی اکبر امام زین العابدین وکنیت آنحضرت ابو محمد بود مادرش شہر بانو
بنت یزدجرد بادشاہ عجم بود وبعضی نام او شہربانو گفتہ اند وعلی اصغر کہ در صحراے
کربلا شہید شد ومردم اورا علی اکبر می گویند ومادر او لیلی دختر مرہ ثقفیہ بود وجعفر کہ مادر
او زنی از قبیلۂ قضاعہ بود ودر حیات پدر خود وفات یافت وعبد اللہ کہ در کودکی در

دامن پدر خود بہ تیر مخالفان شہید شد و سکینہ کہ مادر او رباب دختر امرء القیس بود وا
مادر عبد اللہ بن الحسینؑ ست و فاطمہ مادر او ام اسحاق دختر طلحہ بن عبد اللہ تمیمی بود و
فرزندان آنحضرت از حضرت امام زین العابدینؑ بہم رسیدند کہ بعد از آنحضرت باقی ما
و در عدد اولاد آنحضرت اختلاف بسیار ست و آنچہ مذکور شد اظہر میان علماے شیعہ و اشہر
است ہفتم جناب عبد اللہ بن نور اللہ صاحب عوالم ہین کہ انھون نے مقتل عوالم مین
وہی عبارات نقل فرمائی ہین جو مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار مین نقل کیے ہین اور جن سے
صرف ایک فاطمہ کا وجود اولاد جناب سید الشہدا علیہ السلام مین پایا جاتا ہی اور فاطمہ کبری
اور زبیدہ کا کچھ اثر اس مین نہین ہی ہشتم شیخ حر عاملی علیہ الرحمہ ہین کہ انھون نے اپنے
منظومہ مین اولاد جناب سید الشہدا علیہ السلام کا ذکر اس طرح نظم فرمایا ہی ؎

اولادہ ست و قیل عشر ... وقیل تسع فانقدوہ وادروا
منہم علی بن الحسین الاکبر ... ثم علی بن الحسین الاصغر
والاول ابن بنت کسری الملک ... ولم تکن فی دینہ بالمشرک
والثانی من لیلی الفتاۃ فاعرف ... بنت ابی مرۃ اعنی الثقفی
وجعفر والام من قضاعۃ ... کانت علی ما نقل الجماعۃ
سکینۃ اخت لعبد اللہ ... فاحفظ وفکر لا تکن کاللاہی
من الرباب الحرۃ الابیۃ ... بنت امرء القیس الفتی الکلبیۃ
وفاطم وامہا فی المقوم ... بنت لطلحۃ الشہیر التیمی
قیل ومن اخوتہم محمد ... علی ن الاوسط وہو الاسعد
وذاک زین العابدین الاشہر ... وزینب بنت الحسینؑ تذکر

نہم جناب رضوان مآب اعلی اللہ مقامہ ہین چنانچہ انھون نے جدول چہاردہ معصوم علیہم
السلام مین حضرت امام حسینؑ کی اولاد امجاد کی بہ نسبت تحریر فرمایا ہی اولاد آن حضرت

چہار پسر و دو دختر علی السجاد و علی اکبرؑ و عبد اللہ مشہور بہ علی اصغر و جعفر کہ در حیات آنحضرت وفات یافت و سکینہ و فاطمہ **دہم** جناب علامہ میرزا ابو الفضل طہرانی ہین کہ انھون نے کتاب شفاء الصدور فی شرح زیارۃ العاشورہ مین اقوال و روایات عدیدہ اولاد جناب سید الشہداء علیہ السلام کے بارہ مین نقل فرمائے ہین مگر کسی مین ذکر فاطمہ کبری یا زبیدہ کا نہین ہی اور آخر مین علامۂ ممدوح نے قول جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ کو تمام اقوال پر ترجیح دی ہی چنانچہ تحریر فرماتے ہین و اقوای این وجوہ ہمان روایت شیخ مفید ست کہ اوثق و البصر از سائرین ست باینگونہ امور و حامل علوم ائمہؑ با مت ست و ناشر لوای آثار اہلبیتؑ است در شیعیان رضی اللہ عنہ و ارضاہ و حباہ من رحمتہ ما تقربہ عیناہ **یازدہم** سپہر کاشانی لسان الملک جناب میرزا محمد تقی مصنف ناسخ التواریخ ہین چنانچہ انھون نے بھی حضرت سید الشہداءؑ کی اولاد دختری کا جناب فاطمہ و سکینہ مین منحصر ہونا بتصریح تمام بیان کیا ہی و ہذہ عبارتہ بعیون الفاظہا مکشوف باد کہ آنچہ این بندۂ بی بضاعت باستقراء و استیعاب رنج برد و اختیار نمود آن ست کہ حسینؑ را چہار پسر بود علی اکبرؑ شہید و علیؑ اوسط ہو الامام و علیؑ اصغر و عبد اللہ سہ تن از ایشان در یوم طف شہید شدند بشرحی کہ مرقوم افتاد امام زین العابدینؑ زندہ بماند و نسل حسینؑ از وی باقی ست و آن حضرت را دو دختر فزون نبود نخستین فاطمہؓ و آن دیگر سکینہؓ

علماء و مورخین اہل سنن

اوّل ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری ہین چنانچہ انکی کتاب معارف مطبوعۂ یورپ کے صفحہ ۱۰۹ مین مرقوم ہی وولد الحسین علیا وامہ بنت مرۃ بن عروۃ بن مسعود الثقفی و علیا الاصغر لام ولد و فاطمۃ وامہا ام اسحق بنت طلحۃ بن عبید اللہ و سکینۃ وامہا الرباب بنت امرء القیس الکلبیۃ وفیہا یقول الحسین ؎ لعمری اننی لاحب دارا

تحمل بہا سکینۃ والرباب + **دوم** ابوجعفر محمد بن جریر طبری ہین جنکا پایہ فن تاریخ و انساب وغیرہ مین مسلم الثبوت ہی اور اکابر علماے اہل تسنن نے اُنکے محقق اور صاحب تنقید ہونیکا اعتراف کیا ہی چنانچہ اُنھون نے بھی اپنی کتاب ذیل المذیل مین جناب سید الشہداء کی اولاد امجاد مین ایک ہی فاطمہ کے موجود ہونے کی تصریح کی ہی چنانچہ اُنکی عین عبارت یہ ہی و ولد الحسین علیا الاکبر قتل مع ابیہ بالطف وامہ امنۃ بنت ابی مرۃ بن عروۃ بن مسعود بن معتب من ثقیف وامہا ابنۃ ابی سفیان بن حرب وفیہا یقول حسان بن ثابت فی روایۃ محمد بن عمر ؎

اطافت بنا شمس النہار ومن رأی		من الناس شمسا بالعشاء تطوف
ابوامہا او فی قریش بذمۃ		واعمامہا اما نسبت ثقیف

وعلیا الاصغر ولہ العقب من ولد الحسینؑ واما علی بن الحسینؑ الاکبر فلاعقب لہ وام الاصغر ام ولد قال علی بن محمد کانت تدعی سلافۃ قال ابوجعفر ویقال ان اسمہا جید او کان فاضلا سیدا وجعفر لا بقیۃ لہ وفاطمۃ امہا ام اسحق ابنۃ طلحۃ بن عبید اللہ وکانت قبلہ عند الحسنؑ بن علیؑ فلما حضرتہ الوفاۃ اوصی حسینا ان یتزوجہا فتزوجہا الحسینؑ فولدت لہ فاطمۃ وعبداللہ قتل مع ابیہ وسکینۃ وامہا الرباب الخ **سوم** ابوبکر معروف بابن ابی ثلج ہین چنانچہ اُنکی کتاب تاریخ اہل البیتؑ سے یہ عبارت منقول ہوئی ہی ولد الحسینؑ بن علیؑ علی الاکبر الشہید مع ابیہ وعلی سید العابدین ومحمد وعبداللہ الشہید مع ابیہ وجعفر وزینب وسکینۃ وفاطمۃ انتہی **چہارم** ابومحمد عبداللہ ابن احمد بن الخشاب ہین چنانچہ جناب علی بن عیسی الاربلی رح نے کشف الغمہ مین اُنکے کلام کو باین الفاظ نقل فرمایا ہی ولد لہ ستۃ بنین وثلاث بنات علی الاکبر الشہید مع ابیہ وعلی الامام سید العابدین وعلی الاصغر ومحمد وعبداللہ الشہید مع ابیہ وجعفر وزینب وسکینۃ وفاطمۃ **پنجم** ابن الجوزی ہین چنانچہ اُنکی کتاب صفوۃ الصفوۃ قلمی کے صفحہ ۱۳۲ مین مرقوم ہی ولہ من الولد لعلی الاکبرؑ وعلی الاصغر ولہ العقب وجعفر وفاطمۃ وسکینۃ انتہی بلفظہ **ششم** حافظ ابومحمد عبدالعزیز بن الاخضر الجنابذی ہین چنانچہ

جناب علی بن عیسی الاربلی نے اُسکے کلام کو باین عبارت نقل کیا ہو ولد الحسین بن علی بن ابی طالب ستة اربعة ذکور وابنتان علی الاکبر قتل مع ابیه وعلی الاصغر وجعفر وعبد الله وسکینة وفاطمة قال ونسل الحسین من علی الاصغر امه ام ولد وکان افضل اهل زمانه وقال الزهری ما رئیت هاشمیا افضل منه انتهی **ہفتم** کمال الدین محمد بن طلحه شافعی ہین چنانچہ اُنکی کتاب مطالب السئول مطبوع لکھنؤ کے صفحہ ۲۵۱ مین مرقوم ہو کان له من الاولاد ذکور واناث عشرة ستة ذکور واربع اناث فالذکور علی الاکبر وعلی الاوسط وهو سید العابدین و سیاتی ذکره فی بابه انشاء الله وعلی الاصغر ومحمد وعبد الله وجعفر فاما علی الاکبر فقاتل بین یدی ابیه حتی قتل شهیدا واما علی الاصغر فجائه سهم وهو طفل فقتله وقد تقدم ذکره عند الابیات لما قتل وقیل ان عبد الله ایضا قتل شهیدا مع ابیه واما البنات فزینب وسکینة وفاطمة هذا هو المشهور وقیل بل کان له اربع بنین وبنتان والاول اشهر وکان الذکر المخلّد والثناء المنضد مخصوصا من بین بنیه بعلی الاوسط زین العابدین دون بقیة الاولاد انتهی **تنبیه** اس عبارت مین ابن طلحه نے دختر چہارم کا نام نہین ذکر کیا اور صاحب کشف الغمه وغیره نے بھی اسی طرح اُسکے کلام کو نقل کیا ہو لیکن فصول مہمہ ابن صباغ کے بعض نسخ صحیح سے معلوم ہوتا ہو کہ اس کلام مین دختر چہارم کا نام ام کلثوم ہو والله تعالی اعلم **ہشتم** سبط ابن الجوزی ہین جنکی کتاب تذکرۂ خواص لامہ سے یہ عبارت منقول ہوئی ہو فی ذکر اولاد الحسین علی الاکبر قتل مع ابیه ولا بقیة له وامه امنة بنت ابی مرة بن عروة بن مسعود الثقفی وامها بنت ابی سفیان بن حرب وعلی الاوسط وهو زین العابدین والنسل له وامه ام ولد الی ان قال وکان للحسین من الولد ایضا جعفر لا بقیة له وامه السلافة قضاعیة وفاطمة امها ام اسحق بنت طلحة بن عبید الله وعبد الله قتل مع ابیه یوم الطف وسکینة وامهما الرباب بنت امرء القیس فقد ذکرناهما ومحمد قتل مع ابیه انتهی **نہم** علامۂ نووی ہین چنانچہ اُنکی کتاب تهذیب الاسماء واللغات سے یہ عبارت منقول ہوئی ہو

والحسین اولاد علی الاکبر و علی الاصغر و فاطمہ و سکینۃ دہم محب طبری ہین چنا
کتاب ذخائر العقبی مین یہ عبارت مرقوم ہی ذکر ولد الحسین ولد لہ ست بنین وثلا
بنات علی الاکبر استشہد مع ابیہ و علی زین العابدین و علی الاصغر و محمد و عبداللہ
مع ابیہ و جعفر و سکینۃ و فاطمۃ انتہی المحکی من کلامہ تنبیہ اس کلام مین بنت ثا
نام مذکور نہین ہی یازدہم خواجہ محمد پارسا بخاری ہین چنانچہ انکی کتاب قلمی کے ور
مین مرقوم ہی وگفتہ اند حسین بن علی را رضی اللہ عنہما سہ پسر بودہ است علی الاصغر الملقب
بزین العابدین رضی اللہ عنہ واو درحیات امیر المومنین علی رضوان اللہ تعالی علیہ متولد شدہ
واورا علی اصغر باین واسطہ گویند و روز شہادت امیر المومنین علی رضوان اللہ تعالی علیہ
بودہ است و بوقت حادثۂ کربلا بست و دو سالہ بودہ است و دران روز بیمار بودہ است بدان سبب
نکردہ است مادر او شہر بانو دختر یزدجرد ابن شہریار بن شیرویہ بن خسرو پرویز بن
بن کسری نوشیروان الملک العادل واورا باخواہرش گیہان بانو از حدود فارس بیاو
شہر بانو را امیر المومنین حسین بخواست وازوی زین العابدین علی اصغر متولد شد وگیہان
را محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بخواست وازوی قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ
متولد شد قالوا انظروا الی برکۃ العدل حیث جعل اللہ تبارک وتعالی الائمۃ المہدیین
من نسل الحسین رضی اللہ عنہ وعنہم اجمعین من بنت یزدجرد المنتسب الی کسری نوشیروان
الملک العادل دون سائر زوجات الحسین رضی اللہ تعالی عنہ وامیر المومنین حسین را رضی
اللہ عنہ دو پسر دیگر بودہ است یکی را علی اکبر نام واو روز کربلا ہژدہ سالہ بودہ است در
شہید گشت رضی اللہ عنہ و مادر او دختر مرہ بن عروہ بن مسعود الثقفی و پسر دیگر عبداللہ بن
الحسین بن علی رضی اللہ عنہم او طفل بودہ است روز کربلا تیری بہ او رسید و شہادت یافت
پس امیر المومنین حسین بن علی را رضی اللہ عنہما جز از زین العابدین علی اصغر رضی اللہ عنہ از ہیچ
پسر عقب نماندہ است وقیل ولد الحسین بن علی رضی اللہ عنہما علیان الاصغر و ہو

زین العابدین و علیان الاکبر و جعفرا و عبد اللہ و فاطمۃ و سکینۃ فاما علی الاکبر فشہد الطف واستشہد ولم یخلف واما جعفر فدرج وعبد اللہ اخرجہ ابوہ رضی اللہ عنہما برق القوم بہ انہ عطشان فرماہ رجل بسہم فذبحہ وھو علی یدی ابیہ رضی اللہ عنہما واما فاطمۃ فخرجت الی ابن عمہا الحسن المثنی فاولدھا ثلثۃ عبد اللہ وابراھیم والحسن المثلث انتہی المقصود من کلام پارسا دوازدہم شیخ جلیل عمدۃ النسابین سید جمال الدین حسین ہین چنانچہ وہ عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب مین تحریر کرتے ہین وولد الحسین اربع بنین وبنتین وقال محشیہ المیرزا محمد بن معتمد خان البدخشی ھو علی الاکبر وعلی الاصغر و جعفر وعبد اللہ وفاطمۃ وسکینۃ قتل علی الاکبر بکربلا وعبد اللہ ھو المذبوح بالسہم سیزدہم یحیی بن ابی بکر یمانی عامری ہین چنانچہ اپنی کتاب ریاض مستطابہ مین تحریر کرتے ہین وخلف الحسین ستۃ بنین وثلاث بنات اما البنون فعلی الاکبر واستشہد مع ابیہ وعلی الاصغر زین العابدین ومنہم من یزعم انہ الاکبر والعقب من ولد الحسین فی ذریتہ وعبد اللہ استشہد مع ابیہ ایضا ومحمد وجعفر واما البنات فزینب وسکینۃ وفاطمۃ رضی اللہ عنہم انتہی المحکی من کلامہ چہاردہم احمد بن عبد القادر عجیلی شافعی ہین جنکی کتاب ذخیرۃ المآل سے یہ عبارت حکایت کی گئی ہی وخلف من الولد ستۃ ذکور واربع انات علی الاکبر وعلی الاوسط وھو زین العابدین وعلی الاصغر ومحمد وعبد اللہ وجعفر واٰت زینب وسکینۃ وفاطمۃ وسیاتی ذکر شیئ من احوالہم انشاء اللہ تعالی اور نیز عجیلی مذکور سے یہ عبارت منقول ہوئی ہی واما اولاد الحسین فقد مرانہم عشرۃ ذکور او اناثا فالذکور علی الاکبر وعلی الاوسط وھو زین العابدین وعلی الاصغر ومحمد وعبد اللہ وجعفر فاما علی الاکبر فانہ قاتل بین یدی ابیہ حتی قتل شہیدا بالطف واما علی الاصغر فجائہ سہم وھو صغیر بکربلا فقتلہ وعبد اللہ قتل مع ابیہ شہیدا وجعفر مات فی حیوۃ ابیہ والبنات فاطمۃ

بنت الحسینؑ امہا ام اسحق بنت طلحۃ بن عبداللہ وسکینۃ بنت الحسینؑ امہا الرباب بنت
امرئ القیس وزین العابدینؑ امہ شاہزنان بنت کسری نوشیروان والذی اعقب م
زین العابدینؑ انتہی **پانزدہم محمد بن علی صبان مصری شافعی ہیں چنانچہ اُن کی کتاب**
اسعاف الراغبین مطبوعۂ مصر کے صفحہ ۷ مین مرقوم ہی قال المناوی فی طبقاتہ رزق الحس
من الاولاد خمسۃ وہو علی الاکبر وعلی الاصغر ولہ العقب وجعفر وفاطمۃ وسکینۃ
المدفونہ بالمراغۃ بقرب السیدہ نفیسہ اہ وکذا فی طبقات[لہ] الشعرانی وزاد علی الاصغر ہ
زین العابدینؑ وقال کثیرون اولادہ ستۃ وزادوا عبداللہ فاما علی الاکبر فقاتل بین
یدی ابیہ حتی قتل واما علی الاصغر زین العابدینؑ فکان مریضا بکربلاء ورجع مریضا ا
مکۃ وسیاتی ترجمتہ واما جعفر فمات فی حیوۃ ابیہ وارجا واما عبداللہ فجائہ سہم
ہو طفل فقتلہ بکربلاء واما فاطمۃ فتزوجت بابن عمہا الحسن المثنی **شانزدہم سلیمان**
بن ابراہیم بلخی قندوزی ہیں جنہوں نے ان مطالب کو خواجہ پارسا کی فصل الخطاب ا
نقل کیا ہی چنانچہ اُنکی کتاب ینابیع المودۃ مطبوعۂ بمبئی کے صفحہ ۳۱۵ مین مرقوم ہی وکا
للحسینؑ ثلثۃ ابناء وبنتان علی الاصغر وہو الامام زین العابدینؑ لقب بالاصغر لانہ ول
فی حیوۃ جدہ کان ابن سنتین فجدہ امیر المومنین علی الاکبر وہو الاصغر فی حادثۃ کربلا
کان ابن اثنین وعشرین سنۃ وکان علیلا بالاسہال فلم یقدر ان یخرج الی الحرب ام
شہربانو بنت یزدجرد بن شہریار بن شیرویہ بن پرویز بن ہرمز انوشروان
الملک العادل اتوہا مع اختہا کیہان بانو من حدود الفارس فی خلافۃ عثمان بن عفان
فاراد ان یبیعہا قال لہ علی لایعامل فی بنی الملوک معاملۃ سائرہم فتزوج الحسین شہربانو
فولدت لہ علی الاصغر وتزوج محمد بن ابی بکر کیہان بانو فولدت لہ قاسم قالوا انظروا الی
برکۃ العدل حیث جعل اللہ تبارک وتعالی الائمۃ المہدیینؑ من بنت یزدجرد المنتسب

علیا

[لہ] عبد الوہاب شعرانی کی کتاب طبقات الکبری مطبوعۂ مصر جلد اول صفحہ ۲۳ میں عبارت یہ ہے اور حسینؑ کے فرزند پانچ تھے علی اکبر و علی الاصغر اور اسکی نسل علی الاصغر سے ہے اور جعفر و فاطمہ و سکینہ المدفونہ بالمراغہ بقرب السیدہ نفیسہ ۱۲

الی کسری انوشیروان الملک العادل دون سائر زوجاتہ و واحد من البنین علی الاکبر
فاستشہد بالحرب وعمرہ ثمانیۃ عشر وامہ لیلی بنت مرۃ بن عروۃ بن مسعود الثقفی و
واحد منہم عبداللہ کان طفلا اصاب علیہ سہم فاستشہد و فاطمۃ وسکینۃ واما
فاطمۃ فتزوجت الی بن عمہا الحسن المثنی الخ **تنبیہ** فصل الخطاب کے نسخۂ منقول عنہا
مین جناب امام زین العابدینؑ کا فقط بیمار رہونا مذکور ہی اور علیل بالاسہال ہونا مرقوم نہین ہی
اوراسی طرح اُس مین شہر بانو اور کیہان بانو کا خلافت عثمان مین آنا اور جناب امیر علیہ السلام کا
عثمان سے اُنکی بیع کے بارہ مین گفتگو کرنا بھی مذکور نہین ہی مفید ہم ملا مبین ہین چنانچہ
انھون نے اپنی کتاب وسیلۃ النجات مین تحریر فرمایا ہی اما اولاد امجاد والانزاد این امام
عالی نہاد بروایت ابن جوزی سہ پسر علی اکبر و علی اصغر و جعفر و دو دختر فاطمہ وسکینہ وبروایت
ابن اخضر ووافقہ الشیخ المفید ولد الحسین ستۃ اربعۃ بنین وبنتان فزاد فی البنین عبداللہ
وقال ابن الخشاب ووافقہ ابن طلحۃ والمحب الطبری ولد الحسین ستۃ بنین وثلاث
بنات فزادوا فی الاربعۃ المذکورۃ علی الاوسط ومحمد وفی البنات بنت انتہی فعلی الاکبر
امہ لیلی بنت ابی مرۃ بن عروۃ بن مسعود الثقفیۃ وعلی الاصغر امہ شاہزنان بنت کسری
یزدجرد بن شہریار بن خسرو بن پرویز بن ہرمز بن انوشروان بن قباد وجعفر امہ
قضاعیۃ وعبداللہ وسکینۃ امہا الرباب بنت امرء القیس بن عدی الکلابیۃ وفاطمۃ
امہا ام اسحاق بنت طلحۃ بن عبداللہ التیمیۃ فاما علی الاکبر فانہ قاتل بین یدی ابیہ
حتی قتل بکربلا واما علی الاوسط فہو زین العابدینؑ علی قول من قال کان ثلاثۃ من ولد
الحسینؑ یسمون علیا واما من قال الموسوم بعلی من ولدہ اثنان یقول زین العابدینؑ
ہو الاصغر وہو الصحیح ومن قال زین العابدینؑ ہو علی الاوسط یقول علی الاصغر کان صغیرا
یوم الطف فاتاہ سہم فقتلہ واما عبداللہ فقتل صغیرا بکربلاء وجاء سہم وہو فی حجر ابیہ
فقتلہ واما محمد وجعفر فلو اقف علی حوالیہما واظن انہما ماتا قبل ان یبلغا الحلم والعقب

منهم من علی بن الحسینؑ زین العابدین ومن الاناث فی فاطمۃ بنت الحسین فقط وهی
ام عبداللہ والحسن وابراهیم بن الحسن المثنی بن حسن السبط رض عنهم فقد اخرج
اللہ من صلب علی بن الحسین کثیرا وبسطهم شرقا وغربا الی اخرما فی وسیلۃ النجاۃ ہیجدہم
سید مومن بن حسن مومن الشبلنجی ہین چنانچہ نور الابصار مطبوعۂ مصر کے صفحہ ۱۳۲ مین تحریر کرتے
ہین وفی بغیۃ الطالب لمعرفۃ اولاد علی بن ابی طالب للشیخ جمال الدین الطاهر بن حسین
بن عبد الرحمن الاهدل ما نصہ وکان لہ یعنی الحسینؑ من الولد ست بنین وثلاث
بنات وهم علی الاکبر وامہ لیلی بنت مرۃ بن عروۃ بن مسعود الثقفی وعلی الاوسط و
عبداللہ وعلی الاصغر زین العابدینؑ ومنهم من یزعم انہ الاکبر ومحمد وجعفر وزینب و
سکینۃ وفاطمۃ فاما محمد وجعفر فماتا فی حیوۃ ابیهما واما علی الاکبر وعبداللہ
فاستشهدا مع ابیهما بالطف وعلی الاوسط اصابہ سهم یومئذ فمات انتهی وزاد بعضهم
عمر والعقب من ولد الحسین زین العابدین باتفاق فلم یکن علی وجہ الارض حسینی
الا من نسلہ انتهی بلفظہ **تنبیہ** اس عبارت مین علی اوسط سے تعبیر کرنا اُن صاحبزادے
کا جو تیر سے شہید ہوے مستقیم نہین ہی بلکہ علی اصغر سے تعبیر کرنا چاہیے اور امام زین العابدینؑ
کی تعبیر علی اوسط کے ساتھ چاہیے واللہ العالم ان افادات پر نظر کرنے سے معلوم ہوا

[illegible]

[illegible]

کہ علمائے اعلام اور ارباب تواریخ وسیر نے اگرچہ حضرت سید الشہداءؑ کی اولاد امجاد کے عدد مین اختلاف کیا ہی لیکن حضرت کی اولاد دختری مین فقط ایک فاطمہ کے معدود ہونے اور کسی دوسری فاطمہ یا زبیدہ کے موجود نہ ہونے پر جملہ مؤرخین وارباب سیر نے اتفاق کیا ہی اس لیے کہ افادات مذکورہ مین جناب سید الشہداء کی اولاد امجاد کے عدد کا ضبط کرنا مقصود تھا پس اگر انکے نزدیک حضرت کی اولاد دختری مین کوئی زبیدہ یا دوسری فاطمہ بھی موجود ہوتین تو انکو بھی ضرور شمار کرتے واذلیس فلیس بلکہ جمہور محققین کے نصوص وتصریحات سے جناب سید الشہداءؑ کی اولاد دختری کا فقط جناب فاطمہ وسکینہ مین منحصر ہونا اور کسی تیسری صاحبزادی کا حضرت کی اولاد دختری مین موجود نہ ہونا بھی معلوم ہوا اسلیے کہ جناب شیخ مفید وعلامہ طبرسی وابن قتیبہ دینوری وابوجعفر طبری وابن الجوزی وابن الاخضر جنابذی وسبط ابن الجوزی وعلامہ نووی ومحب طبری وخواجہ پارسا وجمال الدین حسینی وشعرانی ومناوی ومرزا محمد بدخشی وصبان مصری وسلیمان بلخی وغیرہ وغیرہ اعلام ومنتقدین فریقین نے جناب سید الشہداءؑ کی اولاد دختری مین فقط جناب فاطمہ وسکینہ ہی کو ذکر فرمایا ہی پس اگر حضرت کی اولاد دختری مین ان دو صاحبزادیون کے علاوہ کوئی تیسری صاحبزادی بھی موجود ہوتین تو مقام ضبط مین انکے ترک کرنے کی کوئی وجہ نہ ہوتی اور علامہ مجلسی رح نے قول شیخ مفید کو جس مین صرف دو صاحبزادیان فاطمہ وسکینہ مذکور ہین اظہر واشہر درمیان شیعہ فرمایا ہی اور جناب میرزا ابوالفضل مجتہد طہرانی نے اسی قول شیخ مفید رح کو اقوائے وجوہ کہا ہی اور خصوص سپہر کاشانی نے محض ذکر عدد ہی پر اکتفا نہین کی بلکہ حضرت کی اولاد دختری مین کسی تیسری دختر کے موجود نہ ہونے کی تصریح بھی فرمائی ہی چنانچہ انکی عبارت منقولہ مین فقرۂ وآن حضرت را دو دختر فزون نبود نخستین فاطمہ وآن دیگر سکینہ ابھی مذکور ہو چکا ہی **بہرحال** حضرت کی اولاد دختری مین فاطمۂ کبری یا زبیدہ کے معدود نہ ہونے پر جملہ محققین اور ائمۂ تاریخ وسیرت کا اجماع واتفاق ہی اس تقدیر پر محض قصۂ شادی کی اصلاح ودرستی کے لیے حضرت کی اولاد امجاد مین فاطمۂ کبری یا زبیدہ کا فرض کرنا کیونکر درست ہو سکتا ہی

مقام دوم - اس مین ان عبارات سے تعرض کیا جاتا ہی جنکی وجہ سے فاطمۂ کبری سے
حضرت سید الشہداؑ کی اولاد امجاد مین معدود ہونیکا توہم ہو سکتا ہی **پس** واضح ہو کہ جناب
سید الشہداؑ کی اولاد امجاد مین فاطمۂ کبری کا موجود ہونا کئی عبارتون سے متوہم ہو سکتا ہ
اول عبارت مناقب ابن شہر آشوب ہی چنانچہ مناقب کے نسخۂ مطبوعہ صفحہ ۱۳۰ - احوال
جناب امام زین العابدین علیہ السلام مین مرقوم ہی وھذہ عیون الفاظہ ابو الجارود عن ابی
ان الحسین صلوات اللہ علیہ لما حضرہ الذی حضرہ دعا ابنتہ فاطمۃ الکبری فدفع الیہ
کتابا ملفوفا و وصیۃ ظاھرۃ الخبر **دوم** عبارت بحار الانوار مجلسی علیہ الرحمہ ہی چنانچہ
بحار الانوار مجلد یازدہم نسخۂ مطبوعہ کے صفحۂ ۵ مین مرقوم ہی عن الکلینی عن محمد بن یحیی عن
محمد بن الحسین و احمد بن محمد عن محمد بن اسمعیل عن منصور بن یونس عن ابی الجارود
عن ابی جعفر لما قرء قال ان الحسینؑ لما حضرہ الذی حضرہ دعا ابنتہ فاطمۃ الکبری فدفع
الیہا کتابا ملفوفا و وصیۃ ظاھرۃ وکان علی بن الحسینؑ مریضا لا یرون انہ یبقی بعدہ فلما
قتل الحسین علیہ السلام و رجع اھل بیتہ الی المدینۃ دفعت فاطمۃ الکتاب الی علی
بن الحسین علیہما السلام ثم صار ذلک الکتاب واللہ الینا یا زیاد **سوم** عبارت ناسخ التواریخ
ہی چنانچہ اسکی کتاب دوم جلد ششم نسخۂ مطبوعہ کے صفحۂ ۲۹۶ مین مرقوم ہی حضرت باقر علیہ السلام
میفرماید گاہی کہ حسین آہنگ حرب فرمود و سید سجادؑ را از شدت مرض توانائی اصغا نبود
استدعی ابنتہ فاطمۃ الکبری واودع عندھا صحیفۃ ملفوفۃ و وصیۃ ظاھرۃ لان علی بن
الحسینؑ کان فیہ مرض الاسہال وکان الناس لا یظنون بہ الصحۃ فی مرضہ فلما شوفی من
مرضہ سلمتہ اختہ الوصیۃ والصحیفۃ وھما الان عندنا انتہی المقصود من کلامہ **اور**
اس توہم یہ ہی کہ ان عبارات مین لفظ فاطمہ موصوف ہی اور لفظ کبری اسکی صفت ہی اور حاصل
مراد یہ ہی کہ حضرت سید الشہداؑ نے اپنی شہادت کے قریب اپنی صاحبزادی فاطمۂ کبری کو طلب
کیا اور صحیفۂ ملفوفہ اور وصیت کو انکے سپرد کیا اور جبکہ امام زین العابدینؑ کو صحت حاصل ہوئی

تو فاطمہ کبریٰ نے اُس امامت کو حضرت کے حوالہ کردیا اس تقریر کی بنا پر جناب سید الشہداؑ کی اولاد دختری مین فاطمہ کبریٰ کا موجود ہونا ثابت ہوا وھو المطلوب اس توہم کا جواب یہ ہی کہ لفظ کبریٰ جو ان عبارات مین مذکور ہی وہ صفت فاطمہ کی نہین ہی تاکہ وجود فاطمہ کبریٰ لازم آئے بلکہ وہ صفت لفظ ابنتہ کی ہی اور معنی یہ ہین کہ حضرت سید الشہداء نے اپنی بڑی صاحبزادی فاطمہ کو طلب کیا اور یہ امر بالکل صحیح و درست ہی اسلیے کہ حضرت فاطمہ بنت الحسینؑ کا حضرت سکینہؑ سے بڑا ہونا قابل انکار نہین ہے جیسا کہ عنقریب انشاء اللہ تعالی بتفصیل بیان ہوگا اور حقیقت حال یہ ہی کہ ان عبارات مین لفظ کبریٰ بعد لفظ فاطمہ اشتباہاً بہ سبب غلطی کاتب واقع ہو گیا ہی والا دراصل اسکو بعد لفظ ابنتہ اور قبل لفظ فاطمہ ہونا چاہیے کیونکہ ان عبارات مین جو حدیث مذکور ہی اُسکو ہمارے اکابر علماے محدثین واعاظم قدماے متسندین نے اسی طرح روایت کیا ہی کہ اُس مین لفظ کبریٰ بعد لفظ ابنتہ واقع ہی چنانچہ جناب شیخ اجل اقدم ابو جعفر محمد بن الحسن الصفار القمی جو اصحاب جناب امام حسن عسکری علیہ السلام سے ہین اپنی کتاب بصائر الدرجات مین فرماتے ہین حدثنا محمد بن احمد عن محمد بن الحسین عن ابن سنان عن ابی الجارود عن ابی جعفرؑ قال ان الحسینؑ لما حضرہ حضر دعا ابنتہ الکبری فاطمۃ ندفع الیہا کتابا ملفوفا ووصیہ ظاہرۃ ووصیۃ باطنۃ وکان علی ابن الحسین مبطونا لا یرون الا انہ لمابہ فدفعت فاطمۃ الکتاب الی علی بن الحسین ثم صار ذلک الینا فقلت فما فی ذلک فقال فیہ واللہ جمیع ما یحتاج الیہ ولد ادم ان تفنی الدنیا اور جناب ثقۃ الاسلام ابو جعفر محمد بن یعقوب الکلینی علیہ الرحمہ کافی مین تحریر فرماتے ہین محمد بن یحیی عن محمد بن الحسین واحمد بن محمد عن محمد بن اسمعیل عن منصور بن یونس عن ابی الجارود عن ابی جعفر علیہ السلام قال ان الحسین لما حضرہ الذی حضرہ دعا ابنتہ الکبرے فاطمۃ بنت الحسین فدفع الیہا کتابا ملفوفا ووصیۃ ظاہرۃ وکان علی بن الحسین

مبطونا معهم لا یرون الا انه لما به قد فعت فاطمة الکتاب الی علی بن الحسین ثم صارو
الله ذلک الکتاب الینا یا زیاد قال قلت ما فی ذلک الکتاب جعلنی الله فداک فقال
فیه والله ما یحتاج الیه ولد ادم منذ خلق الله ادم الی ان تفنی الدنیا والله ان فیه الحدود
حتی ان فیه ارش الخدش اور شیخ جلیل علی بن الحسین المسعودی نے بھی کتاب اثبات
الوصیة میں اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہی چنانچہ فاضل دربندی اکسیر العبادات
میں نقل کرتے ہیں ثم لا یخفی ان علی بن الحسین المسعودی قد روی فی کتاب اثبات
الوصیة فان الحسین فی وقت قتاله بکربلاء احضر علی بن الحسین وکان علیلا فاوصی
الیه بالاسم الاعظم ومواریث الانبیاء وعرفه انه قد دفع العلوم والصحف والمصاحف
والسلاح الی ام سلمه وامرها ان تدفع جمیع ذلک الیه قال وروی انه ع فی ذلک
دعا ابنته الکبری فاطمة فدفع الیها کتابا ملفوفا وامرها ان تسلمه الی اخیها علی بن
الحسین فسئل لعالم ای شئ کان فی الکتاب فقال فیه جمیع ما یحتاج الیه ولد ادم
فناء الدنیا وقیام الساعة الحدیث انتہی اور روایت بصائر الدرجات کو مجلسی علیه الرحمہ
نے بھی اسی طرح سے نقل کیا ہی کہ لفظ کبری اس میں بعد ابنته کے وارد ہی چنانچہ بحار الانوار
جلد یازدہم صفحہ ۱۵ میں مرقوم ہی من محمد بن احمد عن محمد بن الحسین عن ابن سنان
عن ابی الجارود عن ابی جعفرؑ قال ان الحسین علیه السلام لما حضره الذی حضره
دعا ابنته الکبری فاطمة فدفع الیها کتابا ملفوفا ووصیة ظاهرة ووصیة باطنة
وکان علی بن الحسینؑ مبطونا لا یرون الا لما به فدفعت فاطمة الکتاب الی علی بن
الحسینؑ ثم صار ذلک الکتاب الینا فقلت فما فی ذلک الکتاب فقال والله جمیع
ما یحتاج الیه ولد ادم الی ان تفنی الدنیا اور ان عبارات پر نظر کرنے کے بعد اس میں مطلق
شبہہ نہیں رہتا کہ عبارات سابقہ میں غلطی کاتب سے لفظ کبری بعد لفظ فاطمہ آگیا ہی و
دراصل بعد لفظ ابنتہ تھا اور اسکا انکار کیونکر ہو سکتا ہی حالانکہ عبارت سابقہ بحار میں

یہ حدیث کلینی علیہ الرحمہ کے واسطہ سے منقول ہی اور کافی کلینی علیہ الرحمہ کے تمام نسخ مین لفظ کبری بعد ابنتہ واقع ہی اور اگر بالفرض اس تحقیق سے قطع نظر بھی کرین تب بھی عبارات مناقب و بحار و ناسخ مین لفظ کبری کا لفظ ابنتہ کے لیے صفت قرار دینا کئی وجہ سے لازم ہی وجہ اول یہ کہ اس تقدیر کی بنا پر عبارات مناقب و بحار و ناسخ کا مضمون عبارات بصائر و کافی و کتاب الوصیت کے موافق ہوجاتا ہی اور عبارات مذکورہ طرح سے سالم رہتے ہین والا انکا طرح لازم آتا ہی لعدم مقاومتہا بسیاقات الصفار والکلینی والمسعودی والجمع اولی من الطرح وجہ دوم یہ کہ لفظ کبری کا لفظ فاطمہ کے لیے صفت قرار دینا فاطمۂ کبری کے حضرت سید الشہداء کی اولاد امجاد مین موجود ہونیکو مستلزم ہی جسکا جملہ مورخین و ارباب سیر کے نصوص و تصریحات کے مخالف ہونا ابھی مذکور ہوچکا ہی جو بنفسہ اس احتمال کے ضعیف ہونے مین کافی ہی علاوہ برین اس احتمال کا فاسد ہونا باوضح برہان عنقریب معرض بیان مین آئیگا وبطلان اللازم یستلزم بطلان الملزوم وجہ سوم یہ کہ اس تقدیر پر حضرت کی اولاد امجاد مین دو فاطمہ کا موجود ہونا لازم آئیگا حالانکہ اسکا فساد بھی اس رسالہ مین کئی مقام پر مذکور ہوا ہی وجہ چہارم یہ کہ فاطمہ بنت الحسینؑ کا بنت کبری اور سکینہ بنت الحسینؑ کا بنت صغری ہونا واقع کے مطابق اور اقوال مورخین کے موافق ہی جس طرح کہ فاطمہ بنت الحسینؑ کا فاطمۂ کبری ہونا اور حضرت کی کسی دوسری صاحبزادی کا فاطمۂ صغری ہونا واقع مین باطل اور روایات محدثین و اقوال مورخین کے مخالف ہی لہذا عبارات معلومہ کا معنی صحیح پر محمول کرنا لازم ہوگا اور واضح ہو کہ جناب فاطمہ بنت الحسینؑ کا باعتبار سن اکبر ہونا اور جناب سکینہ بنت الحسینؑ کا باعتبار سن اصغر ہونا اگرچہ روایات صفار و کلینی و مسعودی ہی سے ثابت ہی لیکن یہ امر کلمات مورخین مین بصراحت تمام منصوص ہی چنانچہ تاریخ رسل و ملوک تالیف ابوجعفر محمد بن جریر طبری کی جلد ہفتم نسخۂ مطبوعہ صفحہ ۳۸۱ مین مرقوم ہے ثم

ادخل نساء الحسین علی یزید فصاح نساء ال یزید وبنات معٰویۃ واھلہ وولولن ثم
ا لمن ادخلن علی یزید فقالت فاطمہ بنت الحسین وکانت اکبر من سکینہ ابنات
رسول اللہ سبایا یا یزید فقال یزید یا ابنۃ اخی انا لھذا کنت اکرہ قالت واللہ ماترک
لنا خرص قال یا ابنۃ اخی ما اتی الیک اعظم مما اخذ منک آہ اور تاریخ کامل تالیف
ابن اثیر جزری کے جزو چہارم طبع مصر صفحہ ۳۵ مین مرقوم ہی ثم ادخل نساء الحسین
علیہ والراس بین یدیہ فجعلت فاطمۃ وسکینۃ ابنتا الحسین تتطاولان لتنظرا
الی الراس وجعل یزید یتطاول یستر عنہما الراس فلما رأتین الراس صحن فصاح
لنساء یزید دولولت بنات معویۃ فقالت فاطمۃ بنت الحسین وکانت اکبر من سکینہ
انبات رسول اللہ سبایا یا یزید فقال یا ابنۃ اخی انا لھذا کنت اکرہ قالت واللہ ما
ترک لنا خرص فقال ما اتی الیکن اعظم مما اخذ منکن آہ اور فصول مہمہ ابن الصباغ
مالکی نسخہ مطبوعہ ایران کے صفحہ ۲۰۵ مین ہی ثم انہ ادخل نساء الحسین والراس بین
یدیہ فجعلت فاطمۃ وسکینۃ تتطاولان لتنظرا الی الراس وجعل یزید یسترہ عنہما
فلما رائینہ صرخن واعلن بالبکاء فبکی لبکائھن نساء یزید وبنات معویۃ فولولن و
اعلن فقالت فاطمۃ وکانت اکبر من سکینۃ رضی اللہ عنہما بنات رسول اللہ سبایا یا
یزید ایسرک ھذا فقال واللہ ما سرنی وانی لھذا اکارہ وما اتی علیکن اعظم مما اخذ
منکن اور نور الابصار تالیف سید مومن شبلنجی کے نسخہ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۲۶ مین مرقوم ہی
ثم انہ ادخل نساء الحسین والراس بین یدیہ فجعلت فاطمۃ وسکینۃ یتطاولان
لتنظراہ وجعل یزید یستر عنھما فلما رأتہ صحن واعلن بالبکاء فبکی لبکائھن
نساء یزید وبنات معویۃ فولولن واعولن فقالت فاطمۃ وکانت اکبر سنا من
سکینۃ بنات رسول اللہ سبایا یا یزید ایسرک ھذا یا یزید فقال واللہ ما سرنی وانی لھذا
کارہ وما اتی علیکن اعظم مما اخذ منکن آہ اور ان عبارتون کا جناب فاطمہ بنت الحسین

کے اکبر اور جناب سکینہ بنت الحسینؑ کے اصغر ہونے پر دلالت کرنا واضح ہی لہذا عبارات
معلومہ کا اس مطلب پر محمول کرنا معین ہوا جو لفظ ابنۃ کے موصوف اور لفظ کبریٰ
کے صفت قرار دینے مین حاصل ہوتا ہی وجہ پنجم یہ کہ جناب فاطمہ بنت الحسین کا صغریٰ
ہونا عنقریب معلوم ہوگا پس اگر لفظ کبریٰ کا لفظ فاطمہ کے لیے صفت ہونا فرض کیا جائے
تو فاطمہ بنت الحسین کا صغریٰ اور کبریٰ دونون کے ساتھ متصف ہونا لازم آئیگا
جسکا بطلان واضح ہی دبطلان التالی ملزوم لبطلان المقدم اور ایک شخص کا
من جہتین اصغر اور اکبر ہونا اگرچہ قابل انکار نہین ہی لکن مانحن فیہ مین اس احتمال کا
فاسد ہونا ظاہر ہی اسلیے کہ کسی فاطمہ کا حضرت فاطمہ بنت الحسینؑ سے اصغر ہونا معلوم
نہین ہوتا جنکی بہ نسبت اُنکا اکبر ہونا تجویز کیا جائے اور مجرد احتمال کا اس مقام پر
کافی نہ ہونا محتاج بیان نہین ہی مع ذلک اس احتمال کا صحیح ہونا مابہ النزاع کے لیے
بالکل مفید نہین ہوسکتا کیونکہ اُسکے لیے صغریٰ وکبریٰ مین تغائر حقیقی درکار ہی
اور محض تغائر اعتباری دوراز کار ہی اور بعد اللتیا والتی بعض حضرات کا حدیث بحار
الانوار کے فقرہ دعا ابنتہ الکبریٰ سے حضرت کی اولاد امجاد مین فاطمہ کبریٰ کے موجود
ہونے پر استدلال کرنا اور اُسکے ساتھ اپنے مزید تتبع اور وسعت نظر پر علی رؤس الاشہاد
فخر ومباہات کرنا کسی طرح درست نہین ہی بہرحال اس بیان سے فاطمہ بنت الحسین کا
بنت کبریٰ ہونا ثابت اور اُنکا فاطمہ کبریٰ ہونا باطل ہوا بلکہ اُن معظمہ کا علمائے اعلام
اور ارباب سیر وتواریخ کی تصریحات ونصوص سے فاطمہ صغریٰ ہونا ثابت ہی اس تقدیر
پر اُنکا فاطمہ کبریٰ ہونا کیونکر قابل تسلیم ہوسکتا ہی اور یہ مطلب اگرچہ ناظر کتب وسفار
پر از قبیل واضحات ہی لکن مزید اطمینان کے لیے اس مقام پر مصنفا فالی ما تقدم
فی الجزء الاول وما سیمر علیک فی مواضع متفرقۃ من ہذا الجزء بعض شواہد کے
نقل کرنے پر اکتفا کی جاتی ہی اور وہ کئی امر ہین **اول** خبر زید بن موسیٰ ہی جسکو علامہ

طبرسی نے احتجاج مین اور جناب سید بن طاؤس نے لہوف مین وارد کیا ہی چنانچہ احتجاج
کے نسخۂ مطبوعہ صفحہ ۱۰۵ مین مرقوم ہی احتجاج فاطمۃ الصغری علی اہل الکوفۃ عن زید
بن موسی بن جعفر عن ابیہ عن ابائہ ع قال خطبت فاطمۃ الصغری بعد ان ردت
من کربلاء فقالت الحمد للہ عدد الرمل والحصی وزنۃ العرش الی الثری احمدہ
واومن بہ واتوکل علیہ واشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا
عبدہ ورسولہ وان اولادہ ذبحوا بشط الفرات من غیر ذحل ولا ترات اللہم انی
اعوذ بک ان افتری علیک الکذب الخ اور لہوف علی قتلی الطفوف مین مرقوم ہی وروی
زید بن موسی قال حدثنی ابی عن جدی ع قال خطبت فاطمۃ الصغری بعد ان
وردت من کربلا فقالت الحمد للہ عدد الرمل والحصی الی اخرما فی صفحہ ۴۶ من النسخۃ
المطبوعۃ **دوم** وہ خبر ہی جسکو مولانا فخر الدین طریحی نے کتاب منتخب کے جزء اول مجلس
تاسع مین وارد کیا ہی اور نسخۂ مطبوعہ کے صفحہ ۱۰۹ مین مرقوم ہی اور اسکو علامۂ مجلسی اور
عبد اللہ نے بحار الانوار ومقتل عوالم مین بھی وارد کیا ہی جسکے الفاظ مین منتخب کے
نسخۂ حاضرہ سے فی الجملہ تفاوت ہی اور اس مقام پر بحار الانوار کی عبارت نقل کیجاتی ہی
قال رح رایت فی بعض الکتب ان فاطمۃ الصغری قالت کنت واقفۃ بباب الخیمۃ
وانا انظر الی ابی واصحابی مجزرین کالاضاحی علی الرمال والخیول علی اجسادہم تجول
وانا افکر فیما یقع علینا بعد ابی من بنی امیۃ ایقتلوننا او یاسروننا فاذا برجل علی
ظہر جوادہ یسوق النساء بکعب رمحہ وہن یلذن بعضہن ببعض وقد اخذ ما
علیہن من اخمرۃ واسورۃ وہن یصحن واجداہ واابتاہ واعلیاہ واقلۃ ناصراہ
واحسیناہ اما من مجیر یجیرنا اما من ذائد یذود عنا قالت فطار فوادی و
ارتعدت فرائصی فجعلت اجیل نظرتی یمینا وشمالا علی عمتی ام کلثوم خشیۃ منہ
ان یاتینی فبینا انا علی ہذہ الحالۃ فاذا بہ قد قصدنی ففررت منہ منہزمۃ وانا

اظن انی اسلم منہ واذا بہ قد تبعنی فذهلت خشیة منہ فاذا بکعب الرمح بین کتفی
فسقطت علی وجہی فخرم اذنی و قد اخذ قرطی ومقنعتی وترک الدماء تسیل علی خدی
وراسی تصہرہ الشمس وولی راجعا الی الخیم وانا مغشی علی واذا انا بعمتی عندی
تبکی وھی تقول قومی نمضی ما اعلم ما جری علی البنات واخیک العلیل فقمت وقلت
یا عمتاہ ھل خرقة استر بہا راسی عن اعین النظارة فقالت یا بنتاہ عمتک
مثلک فرئیت راسہا مکشوفة ومتنہا قد اسود من الضرب فما رجعنا الی الخیمة الا وھی
قد نہبت وما فیہا واخی علی بن الحسین مکبوب علی وجہہ لا یطیق الجلوس من کثرة
الجوع والعطش والاسقام فجعلنا نبکی علیہ ویبکی علینا اہ اوراس خبر کو جناب علیین مکان
نے بھی بحار الانوار سے نقل فرمایا ہی چنانچہ مجالس مفجعہ کے نسخۂ مطبوعہ صفحہ ۲۵۷ مین مرقوم
ہی قال مولانا المجلسی رئیت فی بعض الکتب ان فاطمة الصغری قالت کنت واقفة
وانا انظر الی اخر ما امر مع اختلاف یسیر فی بعض الالفاظ سوم وہ خبر ہی جسکو جناب
علی بن عیسی الاربلی نے کشف الغمہ مین نقل فرمایا ہی چنانچہ نسخۂ مطبوعہ کے صفحہ ۱۴۱ مین
مرقوم ہی روی عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن علی بن الحسین عن فاطمة الصغری عن
حسین بن علی عن اخیہ الحسن بن علی بن ابی طالب ع قال رأیت امی فاطمة قالت
فی محرابہا لیلة جمعة فلم تزل راکعة وساجدة حتی انفجر عمود الصبح وسمعتہا تدعو
للمؤمنین والمومنات وتسمیہم وتکثر الدعاء لہم ولا تدعو لنفسہا بشئ فقلت لہا
یا اماہ لو تدعین لنفسک کما تدعین لغیرک فقالت یا بنی الجار ثم الدار چہارم وہ
خبر ہی جسکو علامۂ مجلسی رح نے بحار الانوار جلد ۱ مین وارد کیا ہی جو نسخۂ مطبوعہ کے
صفحہ ۶۴۳ مین مرقوم ہی قال العلامة المجلسی رح فی اثناء کلام لہ ومن ذلک ما رواہ
ابو الفرج الاصفہانی عن یحیی بن عبد اللہ الذی سلم من الذین تخلفوا فی الحبس من
بنی الحسن فقال حدثنا عبد اللہ بن فاطمة الصغری عن ابیہا عن جدتہا بنت رسول

اللہ یدفن من ولدی سبعۃ بشط الفرات لم یسبقہم الاولون ولم یدرکہم الاخرون فقلت نحن ثمانیۃ فقال ھکذا سمعت فلما فتحوا الباب وجد وھم مواتی واصابونی وبی رمق وسقونی ماء او اخرجونی فعشت انتہی پنجم وہ خبر ہی جسکو نورالدین سمہودی کے جواہر العقدین مین وارد کیا ہی جو نسخہ حاضرہ کے صفحہ ۱۸۹ مین مرقوم ہی وعن ابراھیم بن عبد اللہ بن حسن عن ابیہ عن امہ فاطمۃ ای الصغری عن ابیہا الحسینؑ قال قال رسول اللہ ص من سب اھلبیتی فانا بریٔ منہ ولا اسلام اخرجہ الجعابی فی المطالبین انتہی ششم قول مزی صاحب تہذیب الکمال ہی چنانچہ کتاب مذکور مین ترجمہ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا مسطور ہی روت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم روی عنہا انس بن مالک وابنہا الحسین بن علی بن ابی طالب وابوہ علی بن ابی طالب وسلمی ام رافع زوج ابی رافع وعائشۃ ام المومنین وفاطمۃ الصغری بنت الحسین بن علی بن ابی طالب مرسلا وام سلمہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہفتم قول ولی الدین الخطیب ہی چنانچہ رجال مشکوۃ مین مذکور ہی فاطمۃ الصغری ھی فاطمۃ بنت الحسین بن علی بن ابی طالب الہاشمیہ القرشیۃ تزوجت الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب ومات عنہا الخ ان اخبار واقوال سے جناب فاطمہ بنت الحسینؑ کا فاطمہ صغریٰ ہونا بخوبی معلوم ہوا اس تقدیر پر اون معظمہ کے فاطمہ کبرے ہونیکا بطلان بخوبی واضح ہوگیا ورنہ ایک فاطمہ کا صغری وکبری ہونا لازم آئیگا جسکا فاسد ہونا ابھی بیان ہوچکا ہی اس مقام پر بعض امور سے تعرض کرنا خلاف مصلحت ہی اور وہ کئی ہین امر اول یہ کہ بیان سابق ولاحق سے حضرت سید الشہداء ع کی اولاد امجاد مین فقط ایک فاطمہ کا موجود ہونا معلوم ہوا جنکے فاطمہ صغری ہونے کے ارباب تنقید نے تصریح کی ہی اس مقام پر یہ اشکال متوہم ہوتا ہی کہ فاطمہ بنت الحسین ع کا صغری ہونا اسی وقت درست ہوتا ہی جبکہ حضرت کی اولاد مین کوئی فاطمہ کبریٰ بھی فرض کی جائین پس اس صورت مین احد الامرین سے مفر نہین ہی یا فاطمہ بنت الحسینؑ کے صغری ہونے سے

دست بردار ہونا اور فقط ایک فاطمہ کے موجود ہونے کا قائل ہونا یا حضرت کی اولاد
مین فاطمۂ کبریٰ کے موجود ہونے کا قائل ہونا جنکی بہ نسبت یہ معظمہ صغری قرار پائین لیکن
چونکہ اُن معظمہ کا صغری ہونا تصریح محققین سے ثابت ہی لہذا حضرت کی اولاد مین فاطمۂ کبری
کا موجود ہونا بھی ثابت ہوا ضرورۃ اقتضاء وجود الملزوم وجود اللازم اور اس تقدیر
پر جناب قاسم بن حسنؑ کی دامادی کے قصہ کا امکان بھی ثابت ہوتا ہی مع انکم منعتموھا
اشد المنع اور اس اشکال کا جواب یہ ہی کہ فاطمہ بنت الحسینؑ کے صغری ہونے کو اگر فاطمۂ کبری
کا موجود ہونا لازم ہی تو مسلّم سکے لیے فاطمۂ کبری کا حضرت سید الشہدا کی اولاد مین داخل ہونا
لازم نہین ہی پس اگر اشکال مذکور مین لازم سے مطلق فاطمۂ کبری کا موجود ہونا مراد ہے
جنکی بہ نسبت فاطمہ بنت الحسینؑ کا صغری ہونا صحیح ہو تو ملازمت بعد الفرض مسلم ہی لیکن فاطمۂ
کبری کا بنت الحسینؑ ہونا لازم نہین ہی ضرورۃ ان العام لا یدل علی الخاص باحدی الثلث
اور اگر لازم سے خصوص فاطمہ بنت الحسینؑ کا فاطمۂ کبری ہونا مراد ہو تو ملازمت کسی طرح
مسلم نہین ہی اور اس جواب کی فی الجملہ توضیح یہ ہی کہ تتبع اقوال و روایات سے معلوم ہوتا
ہی کہ چونکہ جناب سید الشہداؑ کو اپنے والدین سے نہایت محبت تھی اور آپکی والدہ معظمہ جناب
سیدہ سلام اللہ علیہا کا اسم گرامی فاطمہ تھا لہذا جناب سید الشہداؑ نے اپنی صاحبزادی کا نام
بھی من باب التیمن یا من باب شدۃ الانس فاطمہ ہی مقرر کیا تھا جسپر قول جناب سید الشہدا
فہی اکثرھما شبہا بامی فاطمۃ بنت رسول اللہ ص جو اکثر اقوال و روایات مین منقول ہی
دلالت کرتا ہی لہذا رفع التباس اور دفع اشتباہ کے لیے جناب سیدہ علیہا السلام کی تعبیر مین
فاطمۂ کبریٰ اور جناب فاطمہ بنت الحسینؑ کی تعبیر مین فاطمۂ صغری اختیار کیا گیا جس کی نظیر
خواجہ محمد پارسا بخاری اور صاحب ینابیع المودۃ کے کلام مین گذر چکی ہی جسمین امام زین العابدینؑ
کا بہ نسبت اُنکے جد بزرگوار حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کے علی اصغر ہونا بیان کیا گیا ہی
پس جس طرح کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام علی اکبر کے ساتھ اور امام زین العابدینؑ اُن کی

بہ نسبت علی اصغر کے ساتھ مشہور ہوئے اسی طرح جناب سیدہ فاطمہ کبریٰ کے ساتھ اور فاطمہؑ
بنت الحسین سلام اللہ علیہم فاطمہ صغریٰ کے ساتھ مشہور ہوئیں ضرورۃ ان نسبۃ علی بن
الحسین الی جدہ امیرالمومنین ھی بعینہا نسبۃ فاطمۃ بنت الحسینؑ الی جدتہا سیدۃ
نساء العالمین من غیر فرق فی البین کما لا یخفی علی ذی عین اور اس مطلب کی اخبار
و اقوال مورخین سے بھی تائید ہوتی ہے چنانچہ مزید اطمینان کے لیے بعض علام کے اقوال و اخبار
کا اس مقام پر وارد کرنا قرین مصلحت ہے جن پر نظر کرنے کے بعد توہم مذکور متلاشی ہو جاتا ہے
چنانچہ بحار الانوار جلد عاشر کے نسخہ حاضرہ صفحہ ۳۵ پر یہ عبارت مرقوم ہے کتاب الدلائل لمحمد
بن جریر الطبری عن ابراھیم بن احمد الطبری عن محمد بن احمد القاضی التنوخی عن
ابراھیم بن عبد السلام عن عثمان بن ابی شیبۃ عن جریر عن شیبۃ بن نعامہ عن فاطمۃ
الصغری عن فاطمۃ الکبری قالت قال النبیؐ لکل نبی ام عصبۃ ینتمون الیہ وان فاطمۃ
عصبتی التی تنتمی اور نیز کتاب مذکور کے صفحہ مذکور پر یہ عبارت مرقوم ہے و فی بعض کتب
المناقب اخبرنا علی بن احمد العاصمی عن اسمعیل بن احمد البیہقی عن ابیہ احمد بن
الحسین عن ابی عبد اللہ الحافظ عن ابی محمد الخراسانی عن ابی بکر بن ابی العوام عن ابیہ
عن جریر بن عبد الحمید عن شیبۃ بن نعامہ عن فاطمۃ بنت الحسین عن فاطمۃ الکبری
قالت قال رسول اللہ کل نبی ام ینتمون الی عصبتہم الا ولد فاطمۃ فانی انا ابوھم و
عصبتہم اور کتاب کشف الغمہ تالیف جناب علی بن عیسی الاربلی کے نسخہ مطبوعہ صفحہ ۱۷۳
میں مرقوم ہے و عنہ (ای عبد اللہ) عن امہ بنت الحسین عن فاطمۃ الکبری علیہا السلام
قالت کان رسول اللہ ص اذا دخل المسجد قال بسم اللہ والحمد للہ وصلی اللہ علی رسول اللہ
وسلم اللھم اغفر لی وسہل لی ابواب رحمتک واذا خرج قال مثل ذلک الا انہ یقول اللھم
اغفر لی ذنوبی وسہل لی ابواب فضلک اور نیز نسخہ مذکورہ کے صفحہ مسطورہ میں مرقوم ہے و
عن عبد اللہ عن امہ عن فاطمۃ الکبری علیہا السلام قالت قال رسول اللہ ص ما التقی جندان

ظالمان لا تخلی الله عنہما ولم یبال ایہما غلب وما التقی جندان ظالمان الا کانت الدبرۃ علی عنابہما اور صحیح ترمذی چھاپہ دہلی صفحہ ۶۰ پر مرقوم ہی باب ماجاء مایقول عند دخوله المسجد حدثنا علی بن حجر نا اسمعیل بن ابراهیم عن لیث عن عبد الله بن الحسن عن امه فاطمه بنت الحسین عن جدتها فاطمة الکبری قالت کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا دخل المسجد صلی علی محمد وسلم وقال رب اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتك واذا خرج صلی علی محمد وسلم وقال رب اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب فضلك وقال علی بن حجر وقال اسمعیل بن ابراهیم فلقیت عبد الله بن الحسن بمکة فسألته عن هذا الحدیث فحدثنی به قال کان اذا دخل قال رب افتح ابواب رحمتك واذا خرج قال رب افتح لی ابواب فضلك وفی الباب عن ابی حمید وابی اسید وابی هریرة قال ابو عیسی حدیث فاطمة حدیث حسن ولیس اسناده بمتصل وفاطمة ابنة الحسین لم تدرك فاطمة الکبری انما عاشت فاطمة بعد النبی صلی الله علیه وسلم اشهرا اور مشکوۃ المصابیح چھاپہ دہلی کے صفحہ ۶۲ پر مرقوم ہی وعن فاطمة بنت الحسین عن جدتها فاطمة الکبری رضی الله عنها قالت کان النبی صلی الله علیه وسلم اذا دخل المسجد صلی علی محمد وسلم وقال رب اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتك واذا خرج صلی علی محمد وسلم وقال رب اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب فضلك رواه الترمذی واحمد وابن ماجة وفی روایتهما قالت اذا دخل المسجد وکذا اذا خرج قال بسم الله والسلام علی رسول الله بدل صلی علی محمد وسلم وقال الترمذی لیس اسناده بمتصل وفاطمة بنت الحسین لم تدرك فاطمة الکبری اور کتاب استجلاب ارتقاء الغرف تالیف شمس الدین سخاوی کے نسخۂ حاضرہ صفحہ ۳۹ مین مذکور ہی وعن فاطمة ابنة الحسین عن جدتها فاطمة الکبری رضی الله عنها قالت قال رسول الله صلعم کل بنی ام ینتمون الی عصبة الا ولد فاطمة فانا ولیهم وعصبتهم اخرجه الطبرانی فی الکبیر من طریق عثمان بن ابی شیبة عن جریر عن شیبة

بن نعامہ عن فاطمۃ ابنۃ الحسین بھذا وکذا اخرجہ ابو یعلی ومن طریقہ الدیلمی فی
مسندہ عن عثمان بن ابی شیبۃ بلفظ لکل ام عصبۃ ینتمون الیہ الا ولدا فاطمۃ فانا
ولیہما وعصبتہما اور جواہر العقدین تالیف نور الدین سمہودی نسخۂ حاضرہ ورق ۱۳۹ میں
مذکور ہی وعن فاطمۃ ابنۃ الحسین عن جدتہا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا قالت
قال رسول اللہ کل بنی ام ینتمون الی عصبۃ الا ولد فاطمۃ فانا ولیہم وعصبتہم اخرجہ
الطبرانی فی الکبیر من طریق عثمان بن ابی شیبۃ عن جریر ہو ابن عبد الحمید عن شیبۃ
بن نعامہ عن فاطمۃ ابنۃ الحسین بھذا وکذا اخرجہ ابو یعلی من ہذہ الطریق بلفظ لکل
بنی ام عصبۃ ینتمون الیہا الا ولدا فاطمۃ فانا ولیہما وعصبتہما وکذا اخرجہ الحافظ
عبد العزیز فی معالم العترۃ النبویۃ الا انہ قال الا ابنی فاطمۃ واشار الی ان عثمان بن
ابی شیبۃ لم ینفرد بہ فاخرجہ من طریق ابن ابی العوام ہو محمد بن احمد بن یزید بن
ابی العوام قال حدثنا ابی حدثنا جریر بن عبد الحمید بہ ولفظہ کل بنی ام ینتمون الی
عصبتہم الا ولد فاطمۃ فانی انا ابوہم وعصبتہم واخرجہ الخطیب البغدادی
فی تاریخہ من ہذا الطریق ایضا بھذا اللفظ ومن طریق الحسین الاشقر عن جریر
بنحوہ وشیبۃ وان کان ضعیفا وروایۃ فاطمۃ الصغری عن الکبری وان کانت مرسلۃ
فسیاتی ما یقوی بہ اور نیز جواہر العقدین سمہودی کے نسخۂ حاضرہ ورق ۱۸۱ پر مرقوم ہی روی
الامام احمد عن المسور بن مخرمہ ان حسن بن حسن بعث الیہ یخطب ابنتہ فقال لہ
فلیاتنی فی العتمۃ فلقیہ فحمد المسور اللہ عز وجل واثنی علیہ وقال اما بعد فما من نسب
ولا سبب ولا صہر احب الی من نسبکم وصہرکم ولکن رسول اللہ قال فاطمۃ بضعۃ منی
یقبضنی ما یقبضہا ویبسطنی ما یبسطہا وان الانساب تنقطع یوم القیمۃ غیر نسبی وسببی
وصہری وعندک ابنتہا ولو زوجتک یقبضہا ذلک فانطلق عاذرا لہ وقولہ وعندک
ابنتہا وہی فاطمۃ ابنۃ الحسین وذلک بعد وفاۃ فاطمۃ الکبری ومع ذلک راعی

غضبہا من اجل بنت ابنہا وعلوبہ ان الانسان وان توفی یراعی غضب وسخطہ فی بنیہ سیما
فاطمۃ رضی اللہ عنہا انتہی اور تہذیب الکمال تالیف مزی مین مرقوم ہو فاطمۃ بنت الحسین
بن علی بن ابی طالبؑ القرشیۃ الہاشمیۃ المدنیۃ اخت علی بن الحسین زین العابدین
روت عن بلال الموذن مرسلا وابیہا الحسین بن علی بن ابی طالبؑ واسما بنت عمیس و
عمتہا زینب بنت علیؑ بن ابی طالبؑ وعائشۃ ام المومنین وجدتہا فاطمۃ الکبری بنت
رسول اللہؐ مرسلا انتہی ان روایات واقوال سے حضرت فاطمہ بنت الحسینؑ کا اپنی جدۂ
ماجدہ حضرت سیدۃ النساء فاطمہ زہرا علیہا السلام کی وجہ سے فاطمہ صغری کے ساتھ مشہور
ہونا ہر صغیر وکبیر اور برنا وپیر پر نیر اکبر کی طرح واضح وروشن ہی لہذا اس باب مین زیادہ
کلام کرنا اور تقریب مدعی مین طول دینا از قبیل عبث وفضول ہو اہر دو وجہ یہ کہ بیان سابق
سے جناب فاطمہ بنت الحسین کے صغری ہونے کی وجہ بخوبی معلوم ہوئی جس سے انکا اپنی جدۂ
ماجدہ جناب سیدۃ النساء فاطمہ کبری سلام اللہ علیہا کی بہ نسبت صغری ہونا مراد ہی جسکے لیے
بعض شواہد وادلہ ابھی مذکور ہو چکے ہین جنپر نظر کرنے کے بعد ناظر منصف کو اس مطلب کے
ثبوت مین شبہہ نہین ہو سکتا اس مقام پر سپہر کاشانی مؤلف ناسخ التواریخ کا کلام حیرت
امیز قابل ملاحظہ ہو لکھتے ہین کہ بعض کتب مین جو فاطمہ بنت الحسینؑ کی تعبیر مین لفظ صغری
کا استعمال ہوا ہی وہ میرے نزدیک استوار نہین ہی چنانچہ انکی عین عبارت یہ ہی مکشوف باد
کہ انچہ من بندہ فحص کردہ ام اگر درمیان اولاد حسین دو فاطمہ بودہ واجب میکند کہ فاطمہ صغری
ہمان ست کہ در مدینہ بود چہ آن فاطمہ کہ در کربلا ملازمت پدر مینمود در حبالۂ نکاح حسن مثنی
بود واو از فاطمہ دختر امام حسین سہ پسر ودو دختر داشت الی ان قال واینکہ آن فاطمہؑ کہ
در کربلا بود در بعضی از کتب بفاطمہ صغری مسطور ست من بندہ را استوار نیفتادہ العلم عند
اللہ انتہی ولا غرو فان الجواد قد یکبو وان الصارم قد ینبو بظاہر انھون نے احادیث
مذکورہ اور مورخین کے اقوال مسطورہ اور انکے امثال پر نظر نہین کی یا وقت تحریر ان سے

الحسینؑ الصغریٰ کا مدینہ مین موجود ہونا ثابت ہوتا ہی پس اُسکا جواب یہ ہی کہ یہ خبر شاذ ہی اور منافی
روایات مستفیضۂ کثیرہ ہی جنکا ذکر سابقاً گذرا چنانچہ علامۂ مجلسی رح نے جلاء العیون مین بھی اس مطلب
کی تصریح فرمائی ہی حیث قال این حدیث خالی از غرابتی نیست بجہت مخالفت با اخبار دیگر اور
یہ خبر کسی طرح روایات سابقہ کی مقاوم نہین ہوسکتی جن سے حضرت فاطمہ بنت الحسینؑ الصغریٰ
کا کربلا مین موجود ہونا بصراحت محقق ہوتا ہی اور اگر بالفرض اس خبر کا معتبر ہونا تسلیم کرلیا
جائے تو اُسکا محمل صحیح یہ ہی کہ اصل خبر مین فاطمہ بنت الحسینؑ کے مقام پر فاطمہ بنت الحسنؑ تھا
اور بعض روایت یا کتاب کی تصحیف سے الحسنؑ کے مقام پر الحسینؑ ہوگیا اور اس فرض کے
بعد روایت مذکورہ کی تسلیم مین کوئی حرج نہین ہی اسلیے کہ اصحاب اخبار و آثار کے نزدیک جناب
فاطمہ بنت الحسنؑ کا وجود مقطوعٌ و مسلم ہی اور یہ وہ مخدرہ ہین جو زوجۂ امام زین العابدینؑ و والدۂ
امام محمد باقرؑ اور مکناۃ باُمّ عبداللہ تھین اور اُنکا کربلا مین موجود ہونا کسی روایت سے ثابت
نہین ہوتا پس ہوسکتا ہی کہ وہ مدینہ مین ہون اور اُنکو خبر شہادت بذریعۂ غراب معلوم ہوئی ہو اور
اس امر کا مؤید یہ ہی کہ روایت مذکورہ کرامت پر مشتمل ہی اور فاطمہ بنت الحسنؑ کا صاحبۂ کرامت اور
صدیقہ اور آل امام حسنؑ مین بمثل ہونا محقق ہی چنانچہ ثقۃ الاسلام کلینی رح کافی مین فرماتے ہین
محمد بن یحیی عن محمد بن احمد عن عبد اللہ بن احمد عن صالح بن یزید عن عبد اللہ بن المغیرۃ
عن ابی الصباح عن ابی جعفر علیہ السلام قال کانت امی قاعدۃ عند جدار وسمعنا ھدۃ شدیدۃ
فقالت بیدھا لا وحق المصطفیٰ ما اذن اللہ لک فی السقوط فبقی معلقا فی الجو حتی جازتہ فتصدق
ابی عنھا بمائۃ دینار قال ابو الصباح وذکر ابو عبد اللہ جدتہ ام ابیہ یوما فقال کانت صدیقۃ لم
یدرک فی ال الحسن امرأۃ مثلھا محمد بن الحسن عن عبد اللہ بن احمد مثلہ اور کافی کی یہ روایات
دیگر کتب مثل بحار الانوار وغیرہ مین بھی منقول ہین تتمیمہ اس احتمال کی بنا پر کہ روایت غراب
مین در اصل فاطمہ بنت الحسن علیہما السلام کا ذکر ہو اُنکے فاطمۂ صغریٰ ہونے کی وجہ وہی ہی جو
فاطمہ بنت الحسین علیہما السلام کے فاطمۂ صغریٰ ہونے کی وجہ مذکور ہوئی جس سے اُن مخدرہ

کا بہ نسبت اپنی جدۂ ماجدہ فاطمۂ کبری کے صغری ہونا مراد ہو فتبصر دہنا وجہ آخر امر چہارم
مشاہدۂ روایات و اقوال سابقہ سے حضرت سید الشہداء کی اولاد مین فقط ایک فاطمہؑ کا
معدود ہونا اور اُنکا فاطمۂ صغری کے ساتھ مشہور ہونا اور کربلا مین ہمراہی جناب امام
سید الشہداء حاضر ہونا معلوم ہوا اور یہی قول جملہ محققین اور ارباب تنقید کا مختار ہی جسکے
شواہد مجموع رسالہ مین مرقوم ہوے ہین اور جناب سید الشہدا علیہ السلام کی اولاد مین دو فاطمہ
کے معدود ہونیکا قول جن مین ایک کا کبری اور دوسری کا صغری ہونا اور کبری کا کربلا مین اور
صغری کا مدینہ مین موجود ہونا فرض کیا جائے کسی محقق کا مختار نہین ہی اور اس امر کا خیال
محض روایت غریبۂ غراب سے بعض لوگون کو پیدا ہوا ہی جو ادنی التفات سے مضمحل ہو جاتا ہی
کما بینا آنفا البتہ عوام الناس مین اسکی شہرت ہی جو کسی طرح حجت نہین ہی اور حضرت کی اولاد
مین تین فاطمہ کے موجود ہونیکا کوئی عامی یا خاصی قائل نہین ہوا ہی لیکن جو حضرات کہ اس زمانہ
مین اثبات قصۂ عقد حضرت قاسم اور تصحیح حکایت خط فاطمۂ صغریٰ کی غرض سے فاطمۂ کبری
بنت الحسینؑ کا کربلا مین موجود ہونا اور فاطمۂ صغری بنت الحسینؑ کا مدینہ مین موجود ہونا بیان
کرتے ہین اور روایت غراب سے تمسک کرتے ہین اُنکو اولاد جناب امام حسین علیہ السلام مین
تین فاطمہ کے موجود ہونیکا قائل ہونا لازم ہی کیونکہ روایات و احادیث کثیرۂ سابقہ سے
جنکو ہم نے کتب علماے اعلام سے نقل کیا ہی فاطمۂ صغری بنت الحسینؑ کا کربلا مین موجود ہونا
یقینا ثابت ہی اور ان روایات کثیرۂ علماے اعلام کا انکار کسی طرح درست نہین ہی پس ان حضرات
پر ایک فاطمۂ صغری کے کربلا مین موجود ہونے کا جنکے بارے مین روایات مذکورہ وارد ہوے ہین
اور ایک فاطمۂ کبری کے وہان موجود ہونیکا جنکے ساتھ حضرت قاسم کا عقد درست ہو فرض
کرنا لازم ہوا اور ان دونون صاحبزادیون کے علاوہ ایک صاحبزادی فاطمۂ صغری نام کے
موجود ہونیکا تسلیم کرنا متعین ہوا جنکا مدینہ مین بیمار ہونا اور کربلا مین قاصد و خط کو روانہ کرنا
اور بذریعۂ غراب شہادت جناب سید الشہدا علیہ السلام کے واقعہ پر مطلع ہونا فرض کیا جائے

حالانکہ جناب امام حسین علیہ السلام کی اولاد امجاد مین تین فاطمہ کے معدود ہونیکا قائل ہونا خرق اجماع علماے فریقین ہی اور علاوہ برین شہرت عوام کے بھی مخالف ہی اور اگر یہ حضرات کربلا مین ایک ہی فاطمہ بنت الحسینؑ کے موجود ہونیکو فرض کرین اور انکو بحسب روایات کثیرۂ سابق الذکر فاطمۂ صغری قرار دین اور بنا براپنے زعم کے انھین کو فاطمۂ کبری کہین تو ایک ہی فاطمہ کا فاطمۂ صغری اور فاطمۂ کبری ہونا لازم آتا ہی علاوہ برین چونکہ حسب تصریحات محققین یہی فاطمۂ صغری جنکا بخصوص روایات سابقۂ مشار الیہا کربلا مین موجود ہونا ثابت ہوا حضرت حسن مثنی کے ساتھ معقود تھین لہذا اگر انکا فاطمۂ کبری ہونا اور انکے عقد کا حضرت قاسمؑ کے ساتھ واقع ہونا فرض کیا جاے تو ایک ہی فاطمہ کے عقد کا حضرت حسن مثنی اور حضرت قاسم دونو نکے ساتھ واقع ہونا لازم آئیگا اور معاذ اللہ وہ ایک وقت مین دونون بھائیون کی زوجہ قرار پائینگی نعوذ باللہ من ذلک اور اگر ایک فاطمۂ صغری کا بلحاظ روایات سابقہ کربلا مین موجود ہونا تسلیم کیا جائے اور دوسری فاطمۂ صغری کا بلحاظ روایت غراب مدینہ مین موجود ہونا فرض کیا جائے تو دو فاطمۂ صغری کا اولاد جناب سید الشہدا مین موجود ہونا لازم آئیگا جو کئی وجہ سے اجماع علماے اعلام کے مخالف اور تحقیقات محققین عظام کے منافی ہی بالجملہ ان حضرات کے زعم وادعا کے موافق کوئی پہلو درست نہین ہوسکتا ہی اور مفاسد شتی اور مناقضات جمہ لازم آتے ہین اور جو تحقیق کہ اس باب مین ہم نے ذکر کی ہی وہ ہر طرح صحیح و درست ہی اور ارباب انصاف وامعان کو اس سے عدول کرنا غیر ممکن ہی واللہ الموفق **مقام سوم** جناب فاطمہ بنت الحسینؑ کا واقعۂ کربلا مین ہمراہی جناب امام حسینؑ موجود ہونا اس مطلب کے ثبوت مین اگرچہ وہ اخبار واقوال کافی ہین جو مقام دوم مین بتفصیل مذکور ہوچکے ہین مع ذلک اس مطلب کے بعض شواہد مضافا الی ما سلف یہان ذکر کیے جاتے ہین ثقۃ الاسلام ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی طاب ثراہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل فرمایا ہی قال لما حضر الحسینؑ ما حضرہ دفع وصیۃ الی ابنتہ فاطمۃ ظاہرۃ فی کتاب مدرج فلما ان کان من امر الحسینؑ ما کان دفعت ذلک الی علی بن الحسینؑ قلت لہ فما فیہ یرحمک اللہ تعالی فقال ما یحتاج الیہ ولد آدم منذ کانت الدنیا الی ان تفنی اور صدوق رح امالی مین بسند خود نقل فرماتے

مین عن عبداللہ بن الحسن عن امہ فاطمۃ بنت الحسین قالت دخل الغاغۃ علینا الفسطاط وانا جاریۃ صغیرۃ وفی رجلی خلخالان من ذہب فجعل رجل یفض الخلخالین من رجلی وہو یبکی فقلت ما یبکیک یا عدو اللہ فقال کیف لا ابکی وانا اسلب ابنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ فقلت لا تسلبنی قال اخاف ان یجیئ غیری فیاخذہ قالت وانتہبوا ما فی الابنیۃ حتی کانوا ینزعون الملاحف عن ظہورنا ؂ اور علامۂ مجلسی رح نے بحارالانوار کی جلد عاشر میں تحریر فرمایا ہو روی مرسلا عن مسلم الجصاص قال دعانی ابن زیاد لاصلاح دار الامارۃ بالکوفۃ فبینما انا اجصص الابواب واذا بالزعقات قد ارتفعت من جنبات الکوفۃ فاقبلت علی خادم کان معنا فقلت ما لی اری الکوفۃ تضج قال الساعۃ اتی براس خارجی خرج علی یزید فقلت من ہذا الخارجی قال الحسین بن علی فترکت الخادم حتی خرج ولطمت وجہی حتی خشیت علی عینی ان تذہبا وغسلت یدی من الجص وخرجت من ظہر القصر واتیت الی الکناس حیثما انا واقف والناس یتوقعون وصول السبایا والرؤس اذا قبلت نحو اربعین شقۃ تحمل علی اربعین حملا فیہا الحرم والناس واولاد فاطمۃ واذا بعلی بن الحسین علی بعیر بغیر وطاء واوداجہ تشخب دما وہو مع ذلک یبکی ویقول ؎

یا امۃ السوء لا سقیا لربعکم	یا امۃ لم تراع جدنا فینا
لو اننا ورسول اللہ یجمعنا	یوم القیامۃ ما کنتم تقولونا
یسیرونا علی الاقتاب عاریۃ	کاننا لم نشید فیکم دینا
بنی امیۃ ما ہذا الوقوف علی	تلک المصائب لا تلبون داعینا
تصفقون علینا کفکم فرحا	وانتم فی فجاج الارض تسبونا
الیس جدی رسول اللہ ویلکم	اہدی البریۃ من سبل المضلینا
یا وقعۃ الطف قد اورثتنی حزنا	واللہ یہتک استار المسیئینا

من هذه ومن هذه فقيل هذه ام كلثوم الكبرى وهذه ام كلثوم الصغرى وهذه صفية وهذه ام هانی وهذه رقية بنات علی وهذه سکينة وهذه فاطمة بنت الحسين الی اخر ما قال اور کتاب دمعۂ ساکبہ مین اس مطلب کو باین عبارت نقل کیا ہی جو نسخۂ مطبوعہ کے صفحہ ۳۳۶ مین موجود ہی نقل ان الحريم لما ادخلن علی يزيد بن معويه لعن كان ينظر اليهن ويسئل عن كل واحد بعينها وهن مربقات بحبل طويل فقيل هذه ام كلثوم الكبرى وهذه ام كلثوم الصغرى وهذه صفية وهذه ام هانی وهذه رقية بنات علی وهذه سكينة وهذه فاطمة بنتا الحسين اھ اور مثیر الاحزان فاضل ابن نما علیہ الرحمہ سے بحار الانوار مین یہ عبارت منقول ہوئی ہی چنانچہ نسخۂ مطبوعہ کے صفحہ ۲۳۵ مین مرقوم ہو قال ابن نما قال علی بن الحسینؑ ادخلنا علی یزید لعن ونحن اثنا عشر رجلا مغللون فلما وقفنا بین یدیہ فقلت انشدك الله يا يزيد ما ظنك برسول الله لو رآنا علی هذه الحالة وقالت فاطمة بنت الحسين يا يزيد بنات رسول الله صؐ سبايا فبكی الناس وبكی اهل داره حتی علت الاصوات الخ اور ابن نما کے اس قول کو فواد حسینیہ کے جزء دوم مین بھی نقل کیا ہی حیث قال وروی ابن نما فی مثير الاحزان عن علی بن الحسينؑ قال ادخلنا علی يزيد الی اخر ما مر مع تفاوت فی العبارة اور احمد بن عبد ربہ قرطبی کی کتاب عقد فرید کے نسخۂ مطبوعہ جزء ثانی صفحہ ۹ بہ مین مرقوم ہو ابو الحسن المدائنی عن اسحق عن اسمعيل عن سفيان عن ابی موسی عن الحسن البصری قال قتل مع الحسينؑ ستة عشر من اهلبيته والله ما كان علی الارض يومئذ اهل بيت يشبهون بهم وحمل اهل الشام بنات رسول الله صؐ سبايا علی اعقاب الابل فلما ادخلن علی يزيد قالت فاطمة ابنة الحسينؑ يا يزيد ابنات رسول الله صؐ سبايا قال بل حرائر كرام ادخلی علی بنات عمك تجدينهن قد فعلن ما فعلت قالت فاطمة فدخلت اليهن فما وجدت فيهن سفيانية الا متلدمة تبكی اور تاریخ کامل تالیف ابن اثیر کے جزء چہارم طبع مصر صفحہ ۳۵ مین مرقوم ہو ثم ادخل نساء الحسينؑ عليه والرأس

بین یدیہ فجعلت فاطمۃ وسکینۃ ابنتا الحسین یتطاولان لتنظرا الی الراس وجعل
یزید یتطاول لیستر عنہما الراس فلما رأین الناس صحن فصاح نساء یزید وولولت
بنات معاویۃ فقالت فاطمۃ بنت الحسین الخ اور ارشاد جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ مین
مذکور ہی ثم دعا بالنساء والصبیان فاجلسوا بین یدیہ فری ہیئۃ قبیحۃ فقال قبح
اللہ ابن مرجانۃ لو کانت بینہ وبینکم قرابۃ ورحم ما فعل ہذا بکم ولا بعث بکم علی ہذہ
الحالۃ فقالت فاطمۃ بنت الحسینؑ فلما جلسنا بین یدی یزید رقّ لنا فقام الیہ رجل
من اہل الشام احمر فقال یا امیر المومنین ہب لی ہذہ الجاریۃ یعنینی وکنت جاریۃ
وضیئۃ فارعدت وظننت ان ذلک جائز لہم فاخذت بثیاب عمّتی زینبؑ وکانت
تعلم ان ذلک لا یکون فقالت عمّتی للشامی کذبت واللہ ولؤمت واللہ ما ذاک لک ولا لہ
اور نسخہ مطبوعہ احتجاج طبرسی رہ کے صفحہ ۱۶۱ مین مرقوم ہی وقیل ان فاطمۃ بنت الحسین
کانت وضیئۃ الوجہ وکانت جالسۃ بین النساء فقام الی یزید لعنۃ اللہ من اہل الشام
احمر فقال یا امیر المومنین ہب لی ہذہ الجاریۃ یعنی فاطمۃ بنت الحسینؑ فاخذت
بثیاب عمتہا زینب بنت علی بن ابی طالب فقالت زینبؑ للشامی کذبت ولؤمت واللہ ما
ذاک لک ولا لہ **تنبیہ** فقرہ کذبت ولؤمت مین لفظ لؤمت کلمۂ واحدہ ہی جو لوم بمعنی لعین
کا صیغہ حاضر ہی جس مین جناب زینب سلام اللہ علیہا نے مرد شامی کو کاذب اور لئیم فرمایا ہی
لکن سپہر کاشانی سے اس مقام پر عجب طرح کی تحریف اور تصحیف واقع ہوئی ہی انھون نے
لفظ مذکور کو لفظ لو اور مت سے مرکب اور مجموع کو جملہ شرطیہ قرار دیا ہی پس لو کو ادات شرط
اور مت کو لفظ موت کا صیغہ حاضر پڑھا ہی چنانچہ ناسخ التواریخ مین فرماتے ہین زینب کہ
دانا تر بمسئلہ بود روی با شامی کرد فقالت کذبت واللہ ولومت واللہ ما ذاک لک ولا لہ
گفت دروغ گفتی سوگند با خدای اگر بمیری این کار از برای تو صورت نبندد واز برای یزید
نیز نشود الخ اور اس مسامحہ کی غرابت کا اندازہ نہین ہو سکتا بظاہر انھون نے فقرہ کذبت

واللہ کو علیحدہ قرار دیا ہی اور لومت واللہ ماذالک آہ مین لومت کو شرط اور لفظ ذاک کو لفظ لومت
کی جزاء قرار دی ہی حالانکہ لفظ کذبت ولومت کا بحالت عطف بدون ضمیمہ امر آخر استعمال
ہونا کسی طرح قابل انکار نہین ہی اور جناب امام حسینؑ کا اس فقرہ کو مروان کے حق مین
استعمال کرنا بھی منقول ہوا ہی چنانچہ لہوف سید بن طاؤس صفحہ ۱۱ مین مرقوم ہی دعرض
(ای الولید بن عتبۃ) علیہ (ای الحسین) البیعۃ لیزید فقال له ایہا الامیر ان البیعۃ
لا تکون سرا ولکن اذا دعوت الناس غدا فادعنا معهم فقال مروان لا تقبل ایہا
الامیر عذرہ ومتی لم یبایع فاضرب عنقہ فغضب الحسینؑ ثم قال ویل لک یا ابن
الزرقاء انت تامر بضرب عنقی کذبت ولؤمت ثم اقبل علی الولید فقال ایہا الامیر
انا اہل بیت النبوۃ ومعدن الرسالۃ ومختلف الملائکۃ ۱ھ اور اس عبارت مین توہم
سابق کی گنجائش نہین ہی اور سپہر کاشانی کی اس تصحیف عجیب اور تحریف غریب کی نظیر بلکہ
اس سے بھی بدرجہا ظریف تر وہ تصرف شگرف ہی جو بعض حضرات سے اُنکے رسالہ شریفہ
بناء الاسلام مین صادر ہوا ہی چنانچہ اُنھون نے لفظ فظا غلیظ القلب کو فص غلیظ القلب پڑھا
ہی اور اُسکے ترجمہ مین نگینہ جرم دار تحریر فرمایا ہی اس مقام پر اُنکی عین عبارت نقل کیجاتی ہی
جو رسالۂ مذکورہ کے صفحہ ۸۶ مین مرقوم ہی اور وہ یہ ہی" یہ عجب سادہ لوحی تھی کہ خود ہی تو کہتے
تھے کہ مین فص غلیظ القلب ہون یعنی نگینہ جرم دار ہون پھر اسپر یہ نہ سمجھے کہ جس نگینہ مین
دھبہ ہوگا اُسکی انگوٹھی کیونکر بے عیب اور قابل قبول ہوگی" انتہی کلامہ بلفظہ اور اس تصرف
شگرف کا ظریف تر ہونا بہت واضح ہی اسلیے کہ لفظ مذکور قرآن مجید مین موجود ہی جس کی

ہر ایک دیندار بارہا تلاوت کرتا ہی اور آیۂ وافی ہدایہ ولو کنت فظا غلیظ القلب
لانفضوا من حولک کا ہر ایک مومن کے ورد زبان ہونا قابل انکار نہین ہی اور لفظ کذبت
ولومت اسقدر مشہور نہین ہی اُسپر وہی شخص مطلع ہو سکتا ہی جو کتب مقاتل وغیرہ پر
ناظر رہتا ہی واللہ تعالی اعلم اور جناب سید بن طاؤس نے لہوف مین خبر شامی کو

باین عبارت وارد کیا ہی جو نسخہ مطبوعہ کے صفحہ ۳۸۳ مین موجود ہی فنظر رجل من اہل الشام الی
فاطمۃ بنت الحسین فقال یا یزید ہب لی ہذہ الجاریۃ فقالت فاطمۃ لعمتہا یا عمتاہ
اوتمت واستخدم فقالت زینب سلام اللہ علیہا لا حبا ولا کرامۃ لہذا الفاسق فقال
الشامی من ہذہ الجاریۃ فقال یزید ہذہ فاطمۃ بنت الحسین وتلک زینب بنت علی
بن ابی طالب فقال الشامی الحسین بن فاطمۃ وعلی بن ابی طالب قال نعم فقال الشامی
لعنک اللہ یا یزید تقتل عترۃ نبیک وتسبی ذریتہ واللہ ما توہمت الا انہم سبی
الروم فقال یزید لم واللہ لالحقنک بہم ثم امر بہ فضربت عنقہ اور خبر مذکور کو مولا
فخر الدین نے باین عبارت نقل کیا ہی جو منتخب کے جزء اول مجلس ہفتم صفحہ ۸۱ مین موجود ہی قال
فنظر رجل من الشام الی یزید وقال لہ یا امیر ہب لی ہذہ الجاریۃ فقالت فاطمۃ لعمتہا
زینبؑ یا عمتاہ قتلت رجالنا لیت الموت اعدمنی الحیوۃ ولا کنا نسبی بین الاعداء فقالت
زینبؑ لا حبا ولا کرامۃ لہذا الفاسق فقال الشامی من ہذہ الجاریۃ قال یزید لم ہذہ
فاطمۃ الصغری بنت الحسین وتلک زینب بنت امیر المومنینؑ فقال الشامی لعنک اللہ یا
یزید تقتل عترۃ نبیک وتسبی ذریتہ فقال یزید لالحقنک بہم اور خبر مذکور کو سبط
ابن الجوزی نے تذکرہ مین بھی وارد کیا ہی چنانچہ انکی عین عبارت یہ ہی وذکر ہشام بن محمد
لما دخل النساء علی یزید نظر رجل من اہل الشام الی فاطمۃ بنت الحسین وکانت صبیۃ
وضیئۃ فقال لیزید ہب لی ہذہ الجاریۃ فانہن لنا حلال فصاحت الصبیۃ وارتعدت
واخذت بثوب عمتہا زینبؑ فقالت زینبؑ لہا لیس ذلک الامر لیزید ولا لہ فغضب
یزید وقال لو شئت لفعلت فقالت زینبؑ صل الی غیر قبلتنا ودن بغیر ملتنا وافعل
ما شئت فسکن غضبہ اور فصول مہمہ نسخہ مطبوعہ ایران کے صفحہ ۲۰۷ مین مذکور ہی ثم ان
یزید بعد ذلک امر النعمان بن بشیر ان تجہزہم بما یصلحہم الی المدینۃ الشریفۃ وسیر
معہم رجلا امینا من اہل الشام فی خیل سیرہا فی صحبتہم وودع یزید علی ابن الحسین

وقال له لعن الله بن مرجانة لو كنت حاضر الحسين ما سألنی خصلة الا کنت اعطیته
ایاها و لد فعت عنه الحتف بکل ما استطعت ولکن قضاء الله غالب یا علی کاتبنی بای
حاجة کانت لک اقضیها ان شاء الله تعالی واوصی بهم الرسول الذی سیره صحبتهم و
کان یسایرهم هو وخیله التی معه فیکون الحریم قدام بحیث انهم لا یفوتونه واذا
نزلوا تنحی عنهم ناحیة هو واصحابه وکان حولهم کهیئة الحرس وکان یسائلهم عن حالهم
ویتلطف بهم فی جمیع امورهم ولا یشق علیهم فی مسیرهم الی ان دخلوا المدینة فقالت
فاطمة بنت الحسین لاختها قد احسن هذا الرجل الینا فهل لک ان تصلیه بشیء فقالت و
الله ما معنا شیء نصله به الا ما کان من هذا الحلی قالت فافعلی فاخرجتا له سوارین و
دملجین وبعثتا بهما الیه فردهما وقال لو کان ما صنعت رغبة فی الدنیا لکان فی هذا
مقنع بزیادة کثیرة ولکنی والله ما فعلته الا لله تعالی ولقرابتکم من رسول الله صلی
الله علیه وآله وسلم اور نور الابصار سید مومن شبلنجی کے نسخہ مطبوعہ صفحہ ۱۲۶ میں مرقوم ہے
ثم ان یزید بعد ذلک امر النعمان بن بشیر ان یجهزهم بما یصلحهم الی المدینة الشریفة
وسیر معهم رجلا امینا من اهل الشام فی خیل سیرها صحبتهم وودع یزید علی بن
الحسین وقال له لعن الله بن مرجانة لو کنت حاضر الحسین ما سألنی خصلة الا
اعطیته ایاها ولدفعت عنه الحتف بکل ما استطعت ولکن قضاء الله غالب یا علی کاتبنی
بکل حاجة کانت لک اقضیها لک ان شاء الله تعالی واوصی بهم الرسول الذی سیره
صحبتهم وکان یسایرهم هو وخیله التی معهم فیکون الحریم قدام بحیث انهم لا یفوتون
طرفه فاذا نزلوا تنحی عنهم ناحیة هو واصحابه وکانوا حولهم کهیئة الحرس وکان یسائلهم
عن حالهم ویتلطف بهم فی جمیع امورهم ولا یشق علیهم فی سیرهم الی ان دخلوا
المدینة فقالت فاطمة بنت الحسین لاختها سکینة قد احسن هذا الرجل الینا فهل
لک ان تصلیه بشیء الی اخرہ امر عن الفصول المهمة مقام چہارم فاطمہ بنت الحسین کے

ادخل منزله فخیره فی ابنتیه فاطمة وسکینة فاختار فاطمة فزوجه ایاها وقال عبد الله بن موسی فی خبره ان الحسین خیره فاستحیی فقال له قد اخترت لک فاطمة بنتی فهی اکثر شبها بامی فاطمة بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم ومثله فی الفصول المهمه وتاریخ الخطیب البغدادی من روایة الزبیر بن بکار اور مشارق الانوار شیخ حسن عدوی حمزاوی کے صفحہ ۱۵۲ نسخہ مطبوعہ مین مرقوم ہی و فی الفصول المهمة فی فضائل الائمة لابن الصباغ ان الحسن بن الحسن بن علی خطب من عمہ الحسین احدی ابنتیه فاطمة او سکینة و قال اختر لی احدهما فقال الحسین قد اخترت لک ابنتی فاطمة فهی اکثر شبها بامی فاطمة بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم اما فی الدین فتقوم اللیل وتصوم النهار واما فی الجمال فتشبه الحور العین واما سکینة فغالب علیها الاستغراق مع الله تعالی فلا تصلح لرجل اه اور جغرافیہ مصر تالیف محمد امین فکری نسخہ مطبوعہ کے حاشیہ صفحہ ۲۰۹ پر مرقوم ہی فاطمة بنت الحسین تزوجت بابن عمها الحسن المثنی بن الحسن السبط ثم بعبد الله بن عمرو بن عثمان بن عفان فولدت لکل منهما ونقل الصبان ان الحسن بن الحسن خطب من عمه الحسین احدی ابنتیه فاطمة او سکینة فقال اختر لی احدهما فقال اخترت لک فاطمة فهی اکثرهما شبها بامی

ان عبارات وکلمات پر نظر کرنے سے جناب فاطمہ بنت الحسین کے عقد کا جناب حسن مثنی کے ساتھ قبل واقعۂ کربلا واقع ہونا اور اسکا علماء فریقین کے نزدیک مسلم اور مفروغ از بحث ہونا محتاج بیان نہین ہی اگر اظہار حق کی ضرورت مجبور نہ کرتی تو مین ایسے امور واضحہ کے بیان کرنے مین ہرگز اشتغال نہ کرتا لکن جو حضرات کہ ہر امر قطعی و مسلم پر منوع بیشمار کے انبار لگاتے ہین اور لا نسلمیات دور از کار کی بوچھار کرتے ہین اور بدیہیات جلیہ پر نظریات خفیہ کا رنگ جماتے ہین اور نمائش آب کو آب بلکہ ہر کذب وخطا کو صواب بتاتے ہین انکے مقابلہ مین بیان اجمالی پر اکتفا کرنا با توضیح و اضحات سے اعراض وطی کشح کرنا

کیونکر درست ہو سکتا ہی اور اسی طرح جو حضرات کہ وقائع واقعیۂ تاریخیہ مین محض قوت واہمہ
کو حکم قرار دیتے ہین اور ترتیب آثار مین محض اُسی کے فیصلہ پر بنا کرتے ہین کبھی حسن مثنی
و فاطمہ بنت الحسین کے عقد کی روایت مین قدح کرتے ہین اور کبھی حسن مثنی کے قبل
واقعۂ کربلا انتقال کرنے اور عقد ثانی فاطمہ بنت الحسین کے بروز عاشورا واقع ہونے کا
احتمال کرتے ہین اور کبھی حضرت کی اولاد مین کسی دوسری فاطمہ کے معدود ہونے اور واقعۂ
کربلا مین حاضر و موجود ہونے کو تجویز کرتے ہین اور اہل فن کے نصوص و تصریحات و ارباب
تواریخ و سیر کے کلمات حق سمات پر نظر کرنے کو گویا محذور جانتے ہین اُن دور اندیش بزرگوارون
کے لیے کسی مطلب کا باعتبار واقع ثابت یا بدیہی ہونا کیا مفید ہو سکتا ہی کیونکہ ادراک بدیہی
مین بھی لا اقل قوت عاقلہ کے فی الجملہ متوجہ و ملتفت کرنے اور قوت ممیزہ سے کام لینے کی
ضرورت ہوتی ہی یہی وجہ ہی کہ امور واضحہ کے لیے بھی اکثار شواہد کی حاجت ہوتی ہی انشاء
اللہ تعالیٰ ناظرین با انصاف اور مجتنبین تعصب و اعتساف پر ملاحظۂ مجموع رسالہ کے بعد
احقر العباد کے اس بیان کی واقعیت بخوبی منکشف ہو جائیگی **مقام پنجم** جناب حسن مثنی کا
واقعۂ کربلا مین ہمراہی جناب امام حسینؑ حاضر ہونا اور زندہ بچنا اس مطلب پر بھی جملہ ارباب
تواریخ و سیر کا اتفاق ہی اور کسی شخص نے جناب حسن مثنی کے واقعۂ کربلا مین حاضر ہونے اور
بعد واقعہ باقی رہنے مین اختلاف نہین کیا ہی بلکہ اہل فن کے نزدیک اس مطلب کا از قبیل
مسلمات اور مفروغ از بحث ہونا معلوم ہی چنانچہ جناب شیخ مفید رہ اپنی کتاب ارشاد مین فرماتے
ہین وکان الحسن بن الحسن حضر مع عمہ الحسین یوم الطف فلما قتل واسر الباقون
من اہلہ جائہ اسماء بن خارجہ فانتزعہ من بین الاسارى وقال واللہ لا یوصل الى
ابن خولة ابدا فقال عمر بن سعد دعوا لابی حسان ابن اختہ ویقال انہ اسر وکان
بہ جراح قد اشفی منہا اور سید علی بن طاؤس رہ کی لہوف علی قتلی الطفوف کے نسخۂ مطبوعہ
صفحہ ۶۳ مین مذکور ہی وکان مع النساء علی بن الحسین قد نہکتہ العلة والحسن بن

الحسن المثنی وکان قد واسی عمه وامامه فی الصبر علی ضرب السیوف وطعن الرماح
وانما ارتث وقد اثخن بالجراح وروی مصنف کتاب المصابیح ان الحسن بن الحسن
المثنی قتل بین یدی عمه الحسین فی ذلک الیوم سبعة عشر نفسا واصابه ثمانیة
عشر جراحة فوقع فاخذه خاله اسماء بن خارجة فحمله الی الکوفة وداواه حتی برء
وحمله الی المدینة اور علامہ علی بن عیسی الاربلی کتاب کشف الغمہ میں نقلا عن الارشاد تحریر
فرماتے ہیں وکان الحسن بن الحسن حضر مع عمه الحسین بن علی علیهما السلام
الطف فلما قتل الحسین علیه السلام واسر الباقون من اهله جاءه اسماء بن خارجة
فانتزعه من بین الاسری وقال والله لا یوصل الی ابن خولة ابدا فقال عمر بن سعد دعوا
لابی حسان ابن اخته ویقال انه اسر وکان به جراح قد اشفی منها اور علامہ مجلسی علیہ الرحمہ
بحار میں نقلا عن الارشاد لکھتے ہیں وکان حسن بن الحسن حضر مع عمه الحسین یوم الطف
فلما قتل الحسین ع واسر الباقون من اهله جاءه اسماء بن خارجة فانتزعه من بین
الاسارى وقال والله لا یوصل الی ابن خولة ابدا فقال عمر بن سعد دعوا لابی حسان ابن
اخته ویقال انه اسر وکان به جراح قد اشفی منها اور صاحب فواتح حسینیہ نے جزو دوم صفحہ ۱۲
میں عبارت لہوف کو بایں الفاظ نقل کیا ہے وکان مع النساء علی بن الحسین وقد نهکته
العلة والحسن بن الحسن المثنی وکان قد واسی عمه وامامه فی الصبر علی الرماح وانما
ارتث لانه اثخن بالجراح اور فاضل دربندی علیہ الرحمہ نے اسرار میں لکھا ہے وروی
مصنف کتاب المصابیح ان الحسن بن المثنی ع قتل بین یدی عمه الحسین ع سبعة
عشر نفسا واصابته ثمانیة عشر جراحة فوقع فاخذه خاله اسماء بن خارجه فحمله
الی الکوفة وداواه حتی برأ وحمله الی المدینة اور ناسخ التواریخ جلد پنجم نسخۂ مطبوعہ کے
صفحہ ۲۹۰ میں مرقوم ہے وحسن مثنی در یوم طف ملازمت رکاب عم خود حسین ع را داشت ودر روز
عاشورا زخم فراوان یافت ودرمیان کشتگان در افتاد گاہی کہ سر شہدا را از تن دور میکردند

خواستند تا سر او را نیز برگیرند و او را ہنوز رمقی در تن بود اسماء بن خارجہ بن عتیبہ بن حصین بن حذیفہ بن بدر الفزاری گفت او را بجای گذارید و این سخن از بہر آن گفت کہ مادر حسن مثنی خولہ دختر منظور از قبیلۂ فزارہ بود و بالجملہ اسماء کہ مکنی بابوحسان بود حسن مثنی را بکوفہ آوردہ مداوا کرد تا صحت یافت و از انجا روانۂ مدینہ شد اور نیز ناسخ التواریخ کتاب دوم جلد ششم مین مرقوم ہی بالجملہ حسن مثنی در یوم طف بالشکر ابن سعد جہاد کرد زخم فراوان یافت و در میان کشتگان افتادہ گاہی کہ سر شہدا از تن دور می ساختند ہنوز رمقی در تن بود اسماء بن خارجہ بن عتیبہ بن حصین بن حذیفہ بن بدر الفزاری کہ مکنی بابی حسان بود او را شفاعت کرد دست بگذارید تا او خود در میگذرد و این شفاعت از بہر آن بود کہ مادر حسن مثنی خولہ دختر منظور از قبیلۂ فزارہ بود چون عبید اللہ زیاد آگہی یافت گفت پسر خولہ خواہر ابی حسان را با و گذارید پسر ابی حسان حسن را بکوفہ آورد مداوا کرد تا صحت یافت و از انجا روانۂ مدینہ شد اور مقتل ابو مخنف کے نسخۂ مطبوعہ کے صفحہ ۷۹ مین مرقوم ہی وساروا بالسبایا وعلی بن الحسین وحسن المثنی ابن الحسن سلام اللہ علیہما علی الجمال بغیر وطاء وترکوا القتلی مطروحین بأرض کربلا اور ابو حاتم بن حبان بُستی نے کتاب الثقات مین بذکر واقعۂ کربلا اسطرح لکھا ہی وجرح فی ذلک الیوم الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب جراحۃ شدیدۃ حتی حسبوہ قتیلا ثم عاش بعد ذلک اور تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی مین ترجمۂ حسن مثنی مذکور ہی قال الجعابی وحضر مع عمہ کربلاء فحماہ اسماء بن خارجۃ الفزاری لانہ ابن عم امہ اور عمدۃ الطالب نسخۂ قلمیہ کے ورق ۴۲ مین مذکور ہی وکان الحسن بن الحسن شہد الطف مع عمہ الحسین واثخن بالجراح فلما ارادوا اخذ الرؤس وجدوا بہ رمقا قال اسماء بن خارجہ بن عیینہ بن حصین بن حذیفہ بن بدر الفزاری دعوہ لی فان وہبہ الامیر عبید اللہ بن زیاد لعلی والا رای رایہ فیہ فترکوہ لہ فحملوہ الی الکوفۃ وحکوا ذلک لعبید اللہ

بن زیاد فقال دعوا لابی حسان ابن اختہ وعالجہ اسماء حتی بری ثم لحق بالمدینة اور فصول مہمہ تصنیف ابن صباغ مالکی میں مرقوم ہے واما الحسن المثنی فحضر الطف مع عمہ الحسین واثخن بالجراح فلما ارادوا اخذ الرؤس وجدوہ وبہ رمق فقال اسماء بن خارجة الفزاری دعوہ لی فحملہ الی الکوفة وعالجہ حتی بری ولحق بالمدینة واللہ اعلم اور مفتاح النجا تالیف مرزا محمد بن معتمد خان حارثی میں مرقوم ہے وقد شہد الحسن بن الحسن مع عمہ کربلا وجرح واسر فیمن اسر من اہل البیت فجاء اسماء بن الحکم الفزاری فانتزعہ من بین الاسری وقال واللہ لا یوصل الی ابن خولہ ابدا فقال عمر بن سعد دعوا لابی حسان ابن اختہ اور محمد اکرام الدین دہلوی نے سعادة الکونین میں لکھا ہے وحسن مثنی برکاب امام حسین در معرکہ کربلا حاضر بود ومجروح شد ودر زندانیان اہل بیت برفت پس اورا اسماء ابن الحکم الفزاری آورد از میان زندانیان وگفت کہ بگذارید اورا برای خاطر ابی حسان ہمشیرہ زادۂ وی شاید کہ درمیان ایشان قرابت باشد وگفت کہ نخواہد رفت بسوی ابن خولہ بخدا این پس عمر سعد اورا گذاشت اور علامہ عجیلی ذخیرة المآل میں لکھتے ہیں وحضر الحسن بن الحسن مع عمہ الحسین بکربلا واسر مع اہلہ فانتزعہ اسماء ابن خارجة من بین الاسری وقال واللہ لا یوصل الی ابن خولة ابدا اور شیخ محمد صبان مصری اسعاف الراغبین میں تحریر کرتے ہیں واما الحسن المثنی فحضر الطف مع عمہ الحسین واثخن بالجراح فلما ارادوا اخذ الرؤس وجدوہ وبہ رمق فقال اسماء بن خارجة الفزاری دعوہ لی فحملہ الی الکوفة وعالجہ حتی برئ ولحق بالمدینة واللہ اعلم اور نور الابصار سید مومن شبلنجی نسخہ مطبوعہ صفحہ ۱۲۰ میں مرقوم ہے وحضر حسن بن الحسن مع عمہ الحسین بطف کربلا فلما قتل الحسین واسر الباقون من اہلہ اسر الحسن فی جملتہم فجاء اسماء بن خارجة فانتزع الحسن من بین الاسری وقال واللہ لا یوصل الی ابن خولة ابدا اور کتاب

ریاض الجنان کے جنۂ سابعہ روضۂ رابعہ میں مرقوم ہی ونقل اهل التواریخ انہ ولد للحسن
احد عشر ولدا وبنتا واحدۃ وهو عبداللہ والقاسم قتل مع عمهما الحسین فی کربلاء
والحسن المعروف بالمثنی وهو الذی اسر فی کربلاء بعد قتل عمہ الحسین اور نیز کتاب
مذکور کے جنۂ ثانیہ روضۂ ثالثہ میں مرقوم ہی واما الذین اسروا بعد قتل الحسین علی بن
الحسین زین العابدین وکان علیلا دنفا وعمرہ ثلث وعشرون سنۃ وابنہ محمد
الباقر وکان طفلا صغیرا والحسن بن الحسن مقام ششم حسن مثنی کے لیے جناب
فاطمہ بنت الحسین کے بطن اقدس سے اولاد کا بہم پہونچنا یہ مطلب ناظرین تواریخ وسیر پر آفتاب
عالمتاب سے زیادہ روشن ہی اور اس مطلب کے شواہد بھی اس کثرت سے موجود ہین کہ انکا
احاطہ کرنا دشوار ہی جو مانحن فیہ پر مطابقۃً یا التزاماً دلالت کرتے ہین جناب شیخ مفید رح نے
اثناء کلام مین تحریر فرمایا ہی اخبرنی ابو محمد الحسن بن یحیی قال حدثنا جدی قال
حدثنی ادریس بن محمد بن یحیی بن عبد اللہ بن حسن بن حسن واحمد بن عبداللہ
بن موسی واسمعیل بن یعقوب جمیعا قالوا حدثنا عبداللہ بن موسی عن ابیہ
عن جدہ قال کانت امی فاطمۃ بنت الحسین تامرنی ان اجلس الی خالی علی بن
الحسین فما جلست الیہ قط الا قمت بخیر قد اخذتہ اما خشیۃ للہ یحدث فی قلبی
لما اری من خشیتہ للہ او علم قد استفدتہ منہ اس عبارت سے فاطمہ بنت الحسین کا
مادر عبداللہ بن حسن مثنی اور خواہر امام زین العابدین ہونا معلوم ہوا جسکا مطلوب پر دلالت
کرنا واضح ہی اور علی بن عیسی الاربلی رحمہ اللہ نے کشف الغمہ مین نقل فرمایا ہی وعن عبداللہ
بن الحسن بن الحسن عن امہ فاطمۃ بنت الحسین عن فاطمۃ علیہما السلام قالت
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اذا دخل المسجد قال بسم اللہ والحمد للہ
وصلی اللہ علی رسول اللہ اللهم اغفر لی ذنوبی وسهل لی ابواب رحمتک واذا خرج قال
مثل ذلک الا انہ یقول اللهم اغفر لی ذنوبی وسهل لی ابواب فضلک اور نیز کشف الغمہ

میں نقل فرمایا ہی حسن بن حسن عن ام فاطمة بنت الحسین عن فاطمة الکبری بنت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم لا یلومن لا
نفسہ من بات وفی یدہ غمر اور علامہ مجلسی رح نے بحار الانوار کی جلد یازدہم میں حضرت
امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل فرمایا ہی حدثنی ابی عن فاطمة بنت الحسین قالت
سمعت ابی یقول یقتل منک او یصاب منک نفر بشط الفرات ما سبقہم الاولون ولا
یدرکہم الاخرون وانہ لم یبق من ولدہا غیرہم قال العلامة المجلسی رح وھذہ
شہادة صریحة من طرق صحیحة بمدح الماخوذین من بنی الحسن علیہ وعلیہم السلام
وانہم مضوا الی اللہ جل جلالہ بشرف المقام والظفر بالسعادة والاکرام اور نیز بحار الانوار
صفحہ ۲۶۴ میں مرقوم ہی ومن ذلک ما رواہ ابو الفرج الاصفہانی عن یحیی بن عبد اللہ
الذی سلم من الذین تخلفوا فی الحبس من بنی الحسن فقال حدثنا عبد اللہ بن فاطمة
الصغری عن ابیہا عن جدتہا بنت رسول اللہ صلعم یدفن من ولدی سبعة بشط الفرات
لم یسبقہم الاولون ولم یدرکہم الاخرون فقلت نحن ثمانیة فقال ھکذا سمعت و
فتحوا الباب فوجد وھم موتی واصابونی وبی رمق وسقونی ماء واخرجونی فعشت
اور کتاب اثنا عشریہ تالیف محمد بن محمد بن حسن بن قاسم الحسینی العیثانی الجزینی کے نسخہ
مطبوعہ صفحہ ۲۳ میں مرقوم ہی عن عبد اللہ بن حسن بن الحسن عن ام فاطمة بنت
الحسین عن ابیہا قال قال رسول اللہ صلعم الرغبة فی الدنیا تکثر الھم والحزن والزھد
فی الدنیا یریح القلب والبدن اور ناسخ التواریخ تالیف سپہر کاشانی کی جلد پنجم میں مذکور
ہی ابو نصر بخاری گوید فاطمہ را با حسن تزویج فرمود واز وی سہ پسر آورد نخستین عبد اللہ
دوم ابراہیم وسہ دیگر بنام پدر وجد حسن نام داشت اور نیز ناسخ التواریخ کی چھٹی جلد کے
صفحہ ۵۳۳ میں مرقوم ہی پیش از این بشرح مرقوم داشتیم کہ حسینؑ دختر خود فاطمہ را با برادر زادۂ
خود حسن مثنی عقد زناشوی لبست واز وی عبد اللہ محض وابراہیم غمر وحسن مثلث ودو دختر

نخستین زینب و آن دیگر ام کلثوم متولد گشت آور نیز ناسخ التواریخ مین مرقوم ہی واضح باد کہ انچہ
من بندہ فحص کردہ ام اگر درمیان اولاد حسینؑ دو فاطمہ بود واجب می کند کہ فاطمہ صغری
ہمان ست کہ در مدینہ بود چہ آن فاطمہ کہ در کربلا ملازمت خدمت پدر می نمود در حبالۂ نکاح
حسن مثنی بود و او از فاطمہ دختر امام حسینؑ سہ پسر و دو دختر داشت اما پسران یکی عبداللہ
محض دوم ابراہیم غمر ست دیگر حسن مثلث اما دختران اول زینب و دوم ام کلثوم آہ اور
ناسخ التواریخ کی دوسری کتاب جلد ششم صفحہ ۲۲۸ مین مرقوم ہی ابو نصر بخاری گوید
فاطمہ از حسن سہ پسر آورد نخستین عبداللہ کہ او را عبداللہ محض گویند دوم ابراہیم کہ او را
ابراہیم غمر گویند سیم حسن و او را حسن مثلث گویند آہ اور محمد بن سعد بصری کاتب الواقدی
نے کتاب طبقات مین لکھا ہی فاطمہ بنت حسین بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب
بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی وامہا ام اسحق بنت طلحۃ بن عبید اللہ بن
عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم تزوجہا ابن عمہا حسن بن حسن بن علی
بن ابی طالب فولدت لہ عبداللہ وابراہیم وحسنا وزینب ثم مات عنہا اور
ابو حاتم بن حبان البستی نے کتاب الثقات مین لکھا ہی ابراہیم بن حسن بن حسن بن
علی بن ابی طالب اخو عبداللہ بن حسن من اہل المدینۃ یروی عن ابیہ وامہ
فاطمۃ بنت الحسینؑ روی عنہ فضیل بن مرزوق ویحیی بن المتوکل اور نیز ابو حاتم
بن حبان البستی نے کتاب الثقات مین لکھا ہی الحسن بن الحسن بن الحسن بن علی روی
عن ابیہ وروی عنہ اہل بلدہ امہ فاطمۃ بنت الحسینؑ بن علیؑ مات فی المحبس بالہاشمیۃ
مع اخیہ عبداللہ بن الحسن اور نیز ابو حاتم نے کتاب الثقات مین لکھا ہی عبداللہ بن حسن
بن حسن بن علی بن ابی طالب الہاشمی رضی اللہ تعالی عنہم یروی عن امہ فاطمۃ بنت
الحسین روی عنہ اسمعیل بن علیۃ وعبدالرحمن بن ابی الموال مات فی حبس ابی جعفر
المنصور بالہاشمیۃ قبل ابنہ باشہر اور مقاتل الطالبین ابو الفرج اصفہانی مین مذکور ہی

عبد الله بن الحسن بن علی بن ابی طالب علیہم السلام یکنی ابا محمد وامہ فاطمۃ بنت
الحسین بن علی بن ابی طالب وامہا ام اسحق بنت طلحۃ بن عبید اللہ اور نیز مقاتل الطالبین
میں مذکور ہے الحسن بن الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب وامہ فاطمۃ بنت الحسین
بن علی بن ابی طالب وکان متالہا فاضلا ورعا اور نیز مقاتل الطالبین میں مذکور ہے ابراہیم
بن الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام ویکنی ابا الحسن وامہ فاطمۃ
بنت الحسین اور نیز مقاتل الطالبین میں مذکور ہے حدثنی احمد بن سعید قال حدثنا
یحیی عن القاسم بن عبد الرزاق قال جاء منظور بن ریان الفزاری الی الحسن بن الحسن و
ھو جدہ ابو امہ فقال لہ لعلک احدثت بعدی اھلا قال نعم تزوجت بنت عمی الحسین بن علی
فقال بئسما صنعت اما علمت ان الارحام اذا التفت اضوت کان ینبغی لک ان تتزوج من
العرب قال فان اللہ قد رزقنی منہا ولدا قال فارنیہ فاخرج الیہ عبد اللہ بن حسن
فسر بہ وقال انجبت واللہ ھذا اللیث غاد ومغد وعلیہ قال فان اللہ قد رزقنی منہا ولدا
اخر قال فارنیہ فاخرج الیہ حسن بن حسن فسر بہ وقال انجبت واللہ وھو دون الاول
قال فان اللہ رزقنی منہا ثالثا قال فارنیہ فاراہ ابراہیم بن حسن بن حسن فقال
لا تعدا لیہا بعد ھذا اور نیز اغانی ابو الفرج جزء ثامن عشر صفحہ ۲۰۵ میں مرقوم ہے (حدثنی
احمد بن محمد بن سعید عن یحیی بن الحسن عن القاسم بن عبد الرزاق قال جاء
منظور بن ریان الفزاری الی حسن بن حسن وھو جدہ ابو امہ فقال لہ لعلک احدثت
بعدی اھلا قال نعم تزوجت بنت عمی الحسین بن علی قال بئسما صنعت اما علمت ان الارحام
اذا التفت اضوت کان ینبغی ان تتزوج فی العرب قال فان اللہ جل وعز قد رزقنی منہا
ولدا قال ارنیہ فاخرج الیہ عبد اللہ بن الحسن فسر بہ وقال انجبت ھذا واللہ لیث عاد
ومغد وعلیہ قال فان اللہ قد رزقنی منہا ولدا ثانیا قال فارنیہ فاراہ ابراہیم بن الحسن
اور تہذیب الکمال ابو الحجاج مزی ترجمۂ فاطمہ بنت الحسین میں لکھا ہے روی عنہا ابناھا

ابراهیم بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب وحسن بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب وزیاد ابوهشام والد ابی المقدام هشام بن زیاد وسلیمان بن ابی المغیرة العیسی وسہل بن یوسف بن سہل بن ملک الانصاری وشیبۃ بن نعامۃ الضبی وابنہا عبد اللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب اور نیز تہذیب الکمال ترجمۂ مذکورہ مین مسطور ہی قال محمد بن سعد امہا ام اسحق بنت طلحۃ بن عبید اللہ تزوجہا ابن عمہا حسن بن حسن ع فولدت لہ عبد اللہ وابراہیم وحسنا وزینب ثم ماتت عنہا اور کتاب فصل الخطاب تالیف خواجہ محمد پارسا مین مرقوم ہی واما فاطمۃ فخرجت الی ابن عمہا الحسن المثنی فاولدہا ثلثۃ عبد اللہ وابراہیم والحسن المثلث اور نیز فصل الخطاب مین مذکور ہی واما اعقاب الحسن والحسین فمن اثنی عشر سبطا ستۃ من ولد الحسن وستۃ من ولد الحسین رضی اللہ عنہما فاما اسباط الحسن فہم عبد اللہ وابراہیم والحسن المثلث امہم فاطمۃ بنت الحسین بن علی رضی اللہ عنہما اہ اور نیز فصل الخطاب مین مذکور ہی وحسن بن الحسن را حسن مثنی گویند واز پنج پسر او عقب ماندہ است الحسن بن الحسن کہ او را حسن مثلث گویند و عبد اللہ بن الحسن بن الحسن کہ او را شیخ العترۃ گویند واین عبد اللہ صد سال حیات یافت و ابراہیم بن الحسن بن الحسن مادر این ہر سہ پسر فاطمہ بنت الحسین بن علی اخت زین العابدین ع اہ اور عمدۃ الطالب مین مذکور ہی واعقب الحسن بن الحسن خمسۃ رجال عبد اللہ المحض وابراہیم الغمر والحسن المثلث وامہم فاطمۃ بنت الحسین ع بن علی ع ومن داؤد وجعفر وامہما ام ولد رومیۃ تدعی حبیبۃ فعقبہ خمسۃ اسباط تذکر فی خمسۃ معالم المعلم الاول فی ذکر عبد اللہ المحض بن الحسن المثنی بن الحسن بن علی بن ابی طالب وانما سمی المحض لان اباہ الحسن بن الحسن وامہ فاطمۃ بنت الحسین وکان یشبہ برسول اللہ ع اور تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی مین مرقوم ہی الحسن بن الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب الہاشمی اخو عبد اللہ امہ فاطمۃ بنت الحسین روی عن ابیہ وامہ ثم

ساق الکلام الی ان قال و قالت فاطمۃ بنت الحسین لہشام لما سالہا عن ولدھا؟ اما الحسن فلساننا؟ اور نیز کتاب مذکور مین مسطور ہی الحسن بن الحسن بن علی بن ابیطالب والد الذی قبلہ روی عن ابیہ وعبد اللہ بن جعفر وغیرہما وعنہ اولادہ ابراھیم وعبداللہ والحسن اور نیز کتاب مذکور ترجمۂ فاطمہ بنت الحسینؑ مین مرقوم ہی روی عنہ اولادھا عبداللہ وابراھیم وحسن وام جعفر بنو الحسنؑ بن الحسنؑ بن علیؑ اور مفتاح النجا تالیف مرزا محمد بن معتمد خان حارثی مین مرقوم ہی وکان للحسن بن الحسنؑ رض خمسۃ بنین عبداللہ والحسن وابراھیم وامہم فاطمۃ بنت الحسین وجعفر وداؤد لام ولد اور وسیلۃ النجاۃ تالیف ملا مبین مین مرقوم ہی والعقب منہم (ای من اولاد الحسین) فی علی بن الحسینؑ زین العابدین ومن الاناث فی فاطمۃ بنت الحسین فقط وھی ام عبداللہ والحسن وابراھیم بن الحسن المثنی بن الحسن السبط رض عنہم اور نور الابصار سید مؤمن شبلنجی صفحہ ۱۲۰ ذکر حضرت حسن مثنی مین مذکور ہی واعقب الحسن بن الحسن خمسۃ رجال عبداللہ المحض و ابراھیم الغمر والحسن المثلث امہم فاطمۃ بنت الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ آہ اور نیز نور الابصار ترجمۂ حضرت فاطمہ بنت الحسینؑ مین مرقوم ہی وتزوج فاطمۃ بنت الحسین رضی اللہ عنہما ابن عمہا حسن المثنی بن الحسن السبط عمہا فولدت لہ عبداللہ ویلقب بالمحض الی ان قال الشبلنجی وولدت ایضا فاطمۃ بنت الحسینؑ صاحبۃ الترجمۃ للحسن المثنی ابراھیم الغمر والحسن المثلث وکل منہم لہ عقب ان اخبار و اقوال اور اُنکے امثال سے جناب فاطمۂ بنت الحسینؑ کے لیے صلب حسن مثنی سے اولاد کا بہم پہونچنا اور اُنکا اپنی مادر گرامی جناب فاطمۂ بنت الحسینؑ سے روایت کرنا اور اُن جملہ بزرگواروں کا نام بر آوردہ اور مشہور عالم ہونا بخوبی معلوم ہوا مقام ہفتم حضرت حسن مثنی کا بعد واقعۂ کربلا ایک مدت تک زندہ رہنا اور عہد حکومت ولید بن عبد الملک یا سلیمان بن عبد الملک مین انتقال کرنا اور اس مقام مین دو موقف ہین موقف اول

آسمین وہ عبارتین مذکور ہوتی ہین جن سے حضرت حسن مثنیٰ کا بعمر سی و پنج سال عہد ولید بن عبد الملک
مین انتقال کرنا ثابت ہوتا ہی شیخ مفید رح ارشاد مین فرماتے ہین وقبض الحسن بن
الحسنؑ ولہ خمس وثلثون سنۃ رحمہ اللہ واخوہ زید بن الحسنؑ حی ووصی الی اخیہ
من امہ ابراھیم بن محمد بن طلحۃ اور طبرسی رح اعلام الوری مین فرماتے ہین وقبض
الحسن بن الحسنؑ ولہ خمس وثلثون سنۃ واوصی الی اخیہ من امہ ابراھیم بن محمد
بن طلحۃ اور علی بن عیسی الاربلی نے کتاب کشف الغمہ مین نقلا عن الارشاد تحریر فرمایا ہی
وقبض الحسن بن الحسنؑ رحمہ اللہ تعالی ولہ خمس وثلثون سنۃ واخوہ زید بن الحسن
رحمہ اللہ حی ووصی الی اخیہ من امہ ابراھیم بن محمد بن طلحۃ اور علامۂ مجلسی علیہ الرحمہ
بحار مین نقلا عن الارشاد ذکر فرماتے ہین وقبض الحسن بن الحسن ولہ خمس وثلثون
سنۃ واخوہ زید بن الحسن رح حی ووصی الی اخیہ من امہ ابراھیم بن محمد بن طلحۃ
اور سپہر کاشانی ناسخ التواریخ جلد پنجم مین لکھتے ہین حسن مثنی سی و پنج ۳۵ سال داشت کہ
در مدینہ جہان را پدرود کرد واورا در بقیع غرقد بخاک سپردند وہنوز برادر بزرگترش زندہ
بود اور ابن الاثیر الجزری نے جامع الاصول مین لکھا ہی الحسن بن الحسنؑ ھو ابو محمد
الحسن بن الحسنؑ بن علیؑ بن ابی طالب الہاشمی احد اعلام بنی ھاشم فضلا وخیرا
روی عن ابیہ وروی عنہ الحسن بن محمد وابراھیم بن الحسن مات زمن الولید بن عبد
الملک اور جمال الدین حسنی نے عمدۃ الطالب ذکر حضرت حسن مثنی مین لکھا ہی وکان عبد الرحمن
بن الاشعث قد دعا الیہ وبایعہ فلما قتل عبد الرحمن تواری الحسن حتی دسّ علیہ
الولید بن عبد الملک من سقاہ سمًّا فمات وعمرہ اذ ذاک خمس وثلثون سنۃ وکان
یشبہ برسول اللہ صلعم اور شیخ عبد الحق دہلوی نے رجال مشکوۃ مین لکھا ہی الحسن
بن الحسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ الہاشمی احد اعیان بنی ہاشم فضلا وخیرا کنیتہ
ابو محمد ویقال لہ الحسن المثنی زوّجہ عمہ الحسین بن علی بنتہ فاطمۃ فولدت لہ

الحسن بن الحسن بن الحسن یسمی الحسن المثلث روی عن ابیه وعبد الله بن جعفر
وعنه بنوه وابو بکر بن حفص الزہری مات زمن الولید بن عبد الملک قیل سمه الولید
ان عبارات سے ظاہر ہو کہ حضرت حسن مثنی نے بعمر سی و پنج ۳۵ سال عہد ولید بن عبد الملک
مین انتقال فرمایا اور ولید بن عبد الملک کی حکومت ۸۶ھ سے شروع ہوئی چنانچہ سیوطی
نے تاریخ الخلفا مین لکھا ہو ولی الولید الخلافة بعهد من ابیه فی شوال سنة ست وثمانین
پس بظاہر اصحاب عبارات مذکورہ کے نزدیک ولادت حضرت حسن مثنی کی ۵۰ھ ہجری مین
واقع ہوئی جو بنا بر اصح سنہ وفات جناب امام حسن علیہ السلام ہو اور وفات حضرت حسن
مثنی کی ۸۶ھ مین واقع ہوئی اور ۵۰ھ سے ۸۶ھ تک اگرچہ چھتیس برس ہوتے ہین مگر غالبا
چونکہ سال آخر عمر اُنکے نزدیک پورا نہوا تھا اسلیے اُنھون نے پینتیس ۳۵ سال کی عمر قرار دی
اور شہور زائدہ کو محسوب نہین کیا موقف دوم اسمین اُن عبارات کا ذکر کیا جاتا ہو جن سے
حسن مثنی کا بعمر پنجاہ و چند سال ۹۷ھ مین بعہد سلیمان بن عبد الملک انتقال کرنا ثابت
ہو ذہبی نے کاشف مین لکھا ہو الحسن بن الحسن بن علی عن ابیه وعبد الله بن جعفر
وعنه بنوه وابو بکر بن حفص الزہری توفی ۹۷ھ اور ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب
ترجمہ حسن مثنی مین لکھا ہو کان اخا ابراهیم بن محمد بن طلحة لامه وکان وصی ابیه و
ولی صدقة علی فی عصره ذکره البخاری فی الجنائز وروی له النسائی حدیثا واحدا
فی کلمات الفرج قلت قرأت بخط الذہبی مات ۹۷ھ اور نیز ابن حجر نے تقریب التہذیب
ترجمہ حسن مثنی مین لکھا ہو صدوق من الرابعة مات سنة سبع وتسعین وله بضع و
خمسون سنة اور صفی الدین خزرجی نے خلاصۂ تذہیب تہذیب الکمال مین لکھا ہے
الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب عن ابیه وعبد الله بن جعفر وعنه ابناءه
الحسن وعبد الله وابراهیم ولی صدقة علی وکان وصی ابیه توفی سنة سبع وتسعین
اور مرزا محمد بدخشی نے مفتاح النجا حال حسن مثنی مین لکھا ہو مات الحسن بن الحسن

رضی الله عنه سنة سبع وتسعین وله بضع وخمسون سنة و قال المفید کان عمره خمس وثلثون سنة والله اعلم ووصی عند موته الی اخیه من امه ابراهیم بن محمد بن طلحة اور محمد اکرام الدین دہلوی نے سعادة الکونین مین لکھا ہی و حسن بن الحسن در سنه نود و ہفت بعمر مابین پنجاه و شصت درگذشت و شیخ مفید شیعی گفته که در عمر سی و پنج درگذشت والله اعلم ان عبارات سے ظاہر ہی کہ وفات حضرت حسن مثنی کی بعمر پنجاه و چند سال ۹۷ھ مین ہوئی اور ۹۷ھ حکومت سلیمان بن عبد الملک کا زمانہ ہی کیونکہ اسکی حکومت ۹۶ھ سے شروع ہوئی جیساکہ سیوطی نے تاریخ الخلفا مین لکھا ہی ولی الخلافة بعهد من ابیه بعد اخیه فی جمادی الاخرة سنة ست وتسعین اور اسکی حکومت ۹۹ھ مین منتہی ہوئی چنانچہ سیوطی نے کتاب مذکور مین لکھا ہی وکانت وفاته یوم الجمعة عاشر صفر سنة تسع وتسعین اور یہی وجہ ہی کہ سیوطی نے حضرت حسن مثنی کو بصراحت تمام اُن اعلام سے شمار کیا ہی جنھون نے حکومت سلیمان بن عبد الملک کے زمانہ مین وفات پائی ہی چنانچہ کتاب مذکور مین لکھا ہی مات فی ایامه من الاعلام قیس بن ابی حازم ومحمود بن لبید والحسن بن الحسن بن علی وکریب مولی ابن عباس وعبد الرحمن بن الاسود النخعی واخرون تنبیه ابن الصباغ مالکی نے فصول مہمہ مین حضرت حسن مثنی کی عمر پچاسی ۸۵ برس کی لکھی چنانچہ کتاب مذکور مین مسطور ہی مات الحسن بن الحسن وله خمس وثمانون سنة من العمر واخوه زید حی واوصی الی اخیه من امه ابراهیم بن محمد بن طلحة اور یہ امر اُن نصوص عبارات کے خلاف ہی جو موقف اول مین مذکور ہوئین اور اسیطرح اُن تصریحات کے بھی مخالف ہی جو موقف دوم مین مذکور ہوئین اور غالب یہ ہی کہ ابن الصباغ نے حال حضرت مثنی کا ارشاد شیخ مفید سے اخذ کر کے لکھا ہی اور بہ سبب سہو قلم بجاے خمس وثلاثون کے خمس وثمانون لکھدیا ہی وعلیك ان تراجع الارشاد للشیخ المفید رحمه الله والفصول المهمه لابن الصباغ حتی تنکشف لك جلیة الحال ولقد تبع ابن الصباغ فی هذا الوهم العجیلی فی

شرح نہج البلاغہ جزو عاشر میں لکھا ہی وروی ان فاطمة بنت الحسین ضربت فسطاطا
علی قبر بعلہا الحسن بن الحسن سنة فلما انقضت السنة قوضت الفسطاط راجعة
الی بیتہا فسمعت ہاتفا یقول ہل بلغوا ما طلبوا + فاجابہ ہاتف بل یئسوا فانصرفوا
اور ابو الحجاج مزی نے تہذیب الکمال میں لکھا ہی فاطمة بنت الحسین بن علی بن ابیطالب
القرشیة الہاشمیة المدنیة اخت علی بن الحسین زین العابدین روت عن بلال
الموذن مرسلا وابیہا الحسین بن علی بن ابی طالب واسما بنت عمیس وعمتہا زینب
بنت علی بن ابی طالب وعائشة ام المومنین وجدتہا فاطمة الکبری بنت رسول الله
صلی الله علیه وسلم مرسلا الی ان قال المزی وکانت فیمن قدم دمشق بعد قتل
ابیہا ثم خرجت الی المدینة قال محمد بن سعد امہا ام اسحق بنت طلحة بن عبید الله
تزوجہا ابن عمہا حسن بن حسن فولدت له عبد الله وابراهیم وحسنا وزینب ثم مات
عنہا اور ولی الدین الخطیب اسماء رجال مشکوة میں لکھتے ہیں فاطمة الصغری ھی فاطمة
الصغری بنت الحسین بن علی بن ابی طالب الہاشمیة القرشیة تزوجت الحسن بن الحسن
بن علی بن ابی طالب ومات عنہا اور ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہی قوله
باب ما یکره من اتخاذ المساجد علی القبور ترجم بعد ثمانیة ابواب باب بناء المسجد
علی القبر قال ابن رشید الاتخاذ اعم من البناء فلذلک افرده بالترجمة ولفظہا
یقتضی ان بعض الاتخاذ لا یکره فکانه یفصل بین ما اذا ترتبت علی الاتخاذ مفسدة
اولا قوله ولما مات الحسن بن الحسن هو ممن وافق اسمه اسم ابیه وکانت وفاته
سنة سبع وتسعین وهو من ثقات التابعین وله ولد یسمی الحسن ایضا فہم ثلاثة
فی نسق واسم امرأته المذکورة فاطمة بنت الحسین وهی ابنة عمه قوله القبة ای
الخیمة فقد جاء فی موضع اخر بلفظ الفسطاط کما رویناه فی الجزء السادس عشر من
حدیث الحسین بن اسمعیل بن عبد الله المحاملی روایة الاصبہانیین عنه وفی کتاب

بن ابی الدنیا فی القبور من طریق المغیرة بن مقسم قال لما مات الحسن بن الحسن ضربت
امرأته علی قبره فسطاطا فاقامت علیه سنة فذکر نحوه اور نیز ابن حجر نے تہذیب ترجمۂ
حسن مثنی میں لکھا ہے والذی فی صحیح البخاری فی الجنائز قال لما مات الحسن بن الحسن بن علی
ضربت امراته القبة علی قبره الحدیث وقد وصله المحاملی فی امالیه من طریق جریر عن
مغیرة اور بدر الدین عینی نے عمدة القاری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے ص ولما مات
الحسن بن الحسن بن علی ضربت امرأته القبة علی قبره سنة ثم رفعت فسمعت
صائحا یقول ـ الا هل وجدوا ما فقدوا ـ فاجابه آخر بل یئسوا فانقلبوا ش مطابقة
هذا للترجمة من حیث ان هذه القبة المضروبة لم تخل عن الصلوة فیها واستلزم ذلك
اتخاذ المسجد عند القبر الی ان قال العینی والحسن بن الحسن بلفظ التکبیر فیهما ابن علی
بن ابی طالب رضی الله تعالی عنهم احد اعیان بنی هاشم فضلا وخیرا مات سنة سبع
وتسعین وامرأته فاطمة بنت حسین ابن علی اور ابن الصباغ مالکی نے فصول مہمہ میں
لکھا ہے ولما مات الحسن بن الحسن ضربت زوجته فاطمة بنت الحسین علیه السلام
علی قبره فسطاطا وکانت تقوم اللیل وتصوم النهار وکانت رضی الله عنها تشبه بالحور
العین لجمالها فلما کانت راس السنة قالت لموالیها اذا اظلم اللیل فقوضوا الفسطاط فلما
اظلم اللیل وقوضوه سمعت قائلا یقول ـ هل وجدوا ما فقدوا ـ فاجابه آخر بل
یئسوا فانقلبوا اور قسطلانی نے ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے باب ما یکره من
اتخاذ المساجد علی القبور ولما مات الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب بفتح الحاء
والسین فی الاسمین وهو ممن وافق اسمه اسم ابیه وکانت وفاته سنة سبع وتسعین
وکان من ثقات التابعین وله ولد یسمی الحسن ایضا فهم ثلاثة فی نسق واحد رضی الله
عنهم ضربت امرأته فاطمة بنت الحسین بن علی وهی ابنة عمه القبة ای الخیمة کما دل
علیه مجیئه فی حدیث آخر بلفظ الفسطاط علی قبره سنة ثم رفعت قال ابن المنیر انما

ضربت الخيمة هنالك للاستمتاع بقربه وتعليلا للنفس وتخييلا باستصحاب المألوف
من الانس فجاءتهم الموعظة فسمعوا اى المرأة ومن معها ولابى ذر فسمعت صائحا من
مومنى الجن او الملائكة يقول الا هل وجد واما فقد وا بفتح القاف وللكشميهنى ماطلبو
فاجابه صائح اخر بل يئسوا فانقلبوا ومطابقة الحديث للترجمة من جهة ان المقيم
فى الفسطاط لا يخلو من الصلوة فيه فيستلزم اتخاذ المسجد عند القبر وقد يكون القبر
فى جهة القبلة فتزداد الكراهة واذا انكر الصائح بناء زائلا وهو الخيمة فالبناء الثابت
اجدر لكن لا يوخذ من كلام الصائح حكم لان مسالك الاحكام الكتاب والسنة والقياس
والاجماع ولا وحى بعده عليه الصلاة والسلام وانما هذا وامثاله تبنيه على انتزاع الادلة
من مواضعها واستنباطها من مظانها اور صفى الدين خزرجى خلاصۂ تذهيب مين لكهتے هين
الحسن بن الحسن بن على بن ابى طالب عن ابيه وعبد الله بن جعفر وعنه ابناه الحسن و
عبد الله وابراهيم ولى صدقة وكان وصى ابيه توفى سنة سبع وتسعين قال خ فى الصحيح
لما مات الحسن بن الحسن ضربت امرأته القبة على قبره سنة ثم رفعت فسمعوا صائحا
يقول الا هل وجدوا ما فقدوا فاجابه اخر بل يئسوا فانقلبوا انتهى حديث واحد فى كلمات
الفرج اور ملا يعقوب بنبانى نے خير جارى شرح صحيح بخارى مين لكها هے والظاهر ان مقصود
البخارى بيان ان بعض الاتخاذ مكروه دون كل اتخاذ وذلك البعض هو الذى فهم من الحديث
وهو السجدة الى القبر والبناء عليه لاجل ان يسجد اليه بدليل ما رواه ان امرأة الحسن
ضربت قبة على قبره سنة فانها لا محالة كانت تصلى فيها فكانت صلوتها غير مكروهة مع
انها عند القبر وكان الحسن من ثقات التابعين وله ولد اسمه الحسن ايضا واسم امه
فاطمة بنت الحسين بن على رضى الله تعالى عنهم قال الشيخ ابن حجر هو ممن وافق اسمه اسم
ابيه وكانت وفاته سنه سبع وتسعين وهو من ثقات التابعين وروى له النسائى وله
ولد يسمى الحسن ايضا فهم ثلثة فى نسق واسم امرأته المذكورة فاطمة بنت الحسين وهى

ابنة عمه وقال البخاري في صحيحه في ترجمة الباب لما مات الحسن بن الحسن بن علي ضربت
امراته القبة على قبره ثم رفعت فسمعوا صائحا يقول الا هل وجدوا ما فقدوا فاجابه
آخر بل يئسوا فانقلبوا اور محمد اکرام الدین دہلوی نے سعادۃ الکونین میں لکھا ہے امام بخاری
در صحیح خود آورده که چون حسن مثنی فوت شد زوجۂ وی بنت حسین تا یکسال بر قبر وے
خیمہ زد و معتکف شد بعد یکسال آن قبہ دور فرمود و برخاست ہاتفی گفت آیا یافتند آنکس
را کہ می جستند دیگری جواب گفت بلکہ ناامید شدند و بازگردیدند اور عجیلی نے ذخیرۃ المآل
میں لکھا ہے ولما مات ضربت زوجته فاطمة بنت الحسين على قبره فسطاطا وكانت تقوم الليل
وتصوم النهار وتشبه بالحور العين بجمالها فلما كان راس السنة قالت لمواليها قوضوا الفسطاط
فلما اظلم الليل وقوضوه سمعت قائلا يقول هل وجدوا ما فقدوا فاجابه آخر بل
يئسوا فانقلبوا اور شبلنجی نے نور الابصار میں لکھا ہے وضربت زوجته فاطمة بنت الحسين
عمه على قبره فسطاطا وكانت تقوم الليل وتصوم النهار وكانت تشبه بالحور العين
بجمالها فلما كانت راس السنة قالت لمواليها اذا اظلم الليل فقوضوا هذا الفسطاط فلما
اظلم الليل وقوضوه سمعت قائلا يقول هل وجدوا ما فقدوا فاجابه آخر بل يئسوا
فانقلبوا اور نیز شبلنجی نے نور الابصار میں لکھا ہے و في الفصول المهمة ولما مات الحسن
المثنى بن الحسن ضربت زوجته فاطمة بنت الحسين على قبره فسطاطا وكانت تقوم
الليل وتصوم النهار وكانت تشبه بالحور العين لجمالها فلما كان راس السنة قالت لمواليها
اذا اظلم الليل فقوضوا هذا الفسطاط فلما اظلم الليل وقوضوه سمعت قائلا يقول هل
وجدوا ما فقدوا فاجابه آخر بل يئسوا فانقلبوا انتهى اور اشرف علی بن عبد الولی نے
رياض الجنان میں لکھا ہے وضربت زوجته فاطمة بنت الحسين على قبره فسطاطا و
كانت تقوم الليل وتصوم النهار وتشبه بالحور العين لجمالها فلما ان كان راس السنة
قالت لمواليها قوضوا هذا الفسطاط فلما اظلم الليل وقوضوه سمعت قائلا يقول هل وجدوا

ما فقدوا فاجابه اخوبل یئسوا فانقلبوا **بالجملہ** اس رسالہ کے مجموع مقامات اور جملہ مبادی ومقدمات پر نظر کرنے سے اعلام فریقین وجمہور ارباب تواریخ وسیر کے نزدیک جناب امام حسینؑ کی اولاد دختری مین فقط ایک فاطمہ کا جو فاطمۂ صغریٰ کے ساتھ معروف نہین ہو دہی ہونا اور اُنکے عقد کا جناب حسن مثنیٰ کے ساتھ واقع ہونا اور اُن دونون بزرگوارون کا واقعۂ کربلا مین ہمراہی جناب سید الشہداؑ حاضر وموجود ہونا اور واقعۂ کربلا کے بعد اُن دونون بزرگوارون کا مدینۂ منورہ کو واپس جانا اور اولاد کا بہم پہونچنا او حضرت حسن مثنیٰ کا بعد ایک مدت گزرنے کے وفات کرنا اور حضرت فاطمہ بنت الحسینؑ کا وقت وفات شوہر موجود ہونا اور اُنکی قبر شریف پر سال بھر تک مقیم رہنا روز روشن کیطرح واضح وآشکار ہوگیا اور ان جملہ مطالب کا اہل فن کے کلمات حق سمات اور ارباب تواریخ وسیر کے نصوص ونصریحات سے ازقبیل مسلمات اور مفروغ از بحث ہونا ثابت ومبرہن ہوا پس اس تقدیر پر عقد قاسم بن حسن علیہما السلام کے قصہ کا بے سروپا اور اُسکا ازقبیل خرافات واباطیل اور منجملہ اکاذیب واراجیف ہونا اور اُسکا ارباب تحقیق وتنقید کے نصوص صریحہ کے مخالف ہونا بھی محتاج بیان نہین ہی چونکہ قصۂ دامادی کا ازمنہ واعصار متاخرہ مین کبقل الارض لیس لہ اصول حدوث ہوا ہی اسوجہ سے قدمانے بالخصوص اس قصۂ واہیہ کے باطل اور بے اصل ہونے پر نص نہین کی اگر اُنکو اس قصۂ بے اصل کے زمان متاخرین حادث ہونے اور فاطمۂ کبریٰ کے باذہان ارباب وساوس متخیل ہونے پر اطلاع ہوجاتی تو اُسکے فساد کی بخصوصہا بھی تصریح فرماتے لیکن مبدء کل اور صانع عالم کے سوا کسی شخص کو علم غیب حاصل نہین ہوسکتا لیکن چونکہ مبنائے قصۂ مذکورہ کا تصریحات مورخین اور نصوص متقدمین سے منہدم الاساس ہونا ثابت ہوگیا لہذا نفس قصہ کے بطلان مین کیونکر تردد ہوسکتا ہی پس جمہور مورخین وارباب سیر کی تصریحات وتنصیصات کا اس قصہ کے موضوع ہونے پر بالتزام بیّن دلالت کرنا اوضح واضحات ہی ضرورۃ استلزام فساد الاصل فساد الفرع البتہ چونکہ محققین

متاخرین کے زمانہ مین کسی وضاع ناحق شناس نے اس قصۂ منہدم الاساس کو کسی غرض سے اختراع کیا اور عوام الناس نے اپنی جہالت و نادانی کی وجہ سے اس داستان طولانی اور فسانہ واہیۃ المبانی اور حکایت سخیفۃ الالفاظ رکیکۃ المعانی کو رواج دینا شروع کیا اور بعض خواص نے بھی غفلۃ عن حقیقۃ الحال اُسکو اپنی تالیفات مین جگہ دی اسلیے اُن محققین کو بالخصوص اُسکے باطل اور لغو ہونے پر نص کرنے کی ضرورت ہوئی بہرحال کلمات علماے اعلام پر نظر کرنے کے بعد اس قصۂ بے اصل و واہی کے باطل اور موضوع ہونے مین کسی منصف کے لیے محل شبہہ باقی نہین رہ سکتا تنبیہ اگرچہ عبارات مقام چہارم و ششم سے فاطمہ بنت الحسین ع کے عقد کا حسن مثنی کے ساتھ واقع ہونا اور اُنکے بطن اقدس سے اولاد کا بہم پہونچنا بخوبی معلوم ہوا لکن اس باب مین بعض قاصرین کو یہ توہم ہو سکتا ہی کہ بعض روایات سے حضرت سید الشہداء کی ایک صاحبزادی کا مدینہ مین متخلف رہنا مستفاد ہوتا ہی جو فاطمہ صغری کے ساتھ معروف تھین اس بناپر ممکن ہی کہ حسن مثنی کا عقد اُنھین کے ساتھ واقع ہوا ہو اور اُنھین کے بطن سے عبد اللہ بن حسن اور ابراہیم بن الحسن اور حسن بن الحسن پیدا ہوے ہون اور قاسم بن حسن کا عقد اُن فاطمہ بنت الحسین ع کے ساتھ واقع ہوا ہو جو کربلا مین ہمراہی حضرت سید الشہداء تشریف رکھتی تھین مگر یہ توہم دو وجہ سے باطل ہی اول یہ کہ جمہور مورخین اور اعلام فریقین کے نصوص و تصریحات سے حضرت سید الشہداء کی اولاد مین فقط ایک فاطمہ کا موجود ہونا اور اُنکا فاطمہ صغری کے ساتھ معروف و مشہور ہونا اور اُن کے عقد کا حسن مثنی کے ساتھ واقع ہونا اور اُنکے بطن طاہر سے اولاد کا بہم پہونچنا قبل ازین مذکور ہو چکا ہی اس تقدیر پر کسی دوسری فاطمہ صغری کا حضرت کی اولاد مین موجود ہونا اور اُن کے عقد کا حسن مثنی کے ساتھ واقع ہونا کس طرح معقول ہوگا اور اس مطلب کی توضیح اس رسالہ مین کئی مقام پر کی گئی ہی اور روایت غراب جس سے فاطمہ صغری کا مدینہ مین متخلف رہنا مستفاد ہوتا ہی اُسکا حال سابقا گذرا کہ ہرگز قابل احتجاج نہین ہی اور کسی طرح مثبت تعدد فاطمہ بنت الحسین

عبد اللہ بن حسن مثنیٰ کا اپنی مادر گرامی جناب فاطمہ بنت الحسین سے اُن واقعات کو نقل کرنا ثابت ہوا جو حضرت سید الشہدا کی شہادت کے بعد پیش آئے تھے جیسے عامۂ ملاعین کا خیمۂ اہل حرم میں در آنا اور ایک شقی کا اُنکے پائے مبارک سے خلخال طلائی کو اُتارنا اور اُسکا گریہ کرنا اور اُن معظمہ کا اُس شقی سے سبب گریہ کو دریافت کرنا اور اُس شقی کا اُن معظمہ کے جواب میں عذر بدتر از گناہ کو بیان کرنا اور ملاعین کا خیمۂ محترمہ کے جملہ اسباب کو غارت کرنا اور ملاحف کا ظہور مقدسہ سے انتزاع کر لینا اور اسی طرح سپہر کاشانی کی عبارت منقولہ سے بھی اُنھیں فاطمہ بنت الحسین کا جو کربلا میں اپنے پدر بزرگوار کے ہمراہ تھیں زوجۂ حسن مثنیٰ ہونا اور اُنھیں کے بطن طاہر سے جناب حسن مثنیٰ کے لیے پانچ اولاد کا بہم پہونچنا ثابت ہوا اور اسی طرح صاحب محن الابرار کے بیان سے بھی اُنھیں فاطمہ بنت الحسین کے زوجۂ حسن مثنیٰ ہونے کا راجح ہونا ثابت ہوا جو کربلا میں موجود تھیں اور اسی طرح ابو الحجاج مزی کی عبارت منقولہ سے جناب فاطمہ بنت الحسین کا امام حسین کی شہادت کے بعد وارد دمشق ہونا بجواز ان جانب مدینہ خروج کرنا اور اُنکی والدۂ معظمہ کے اسم مبارک کا ام اسحق ہونا اور اُنھیں معظمہ کا زوجۂ حسن مثنیٰ ہونا اور حسن مثنیٰ کے لیے اُنکے بطن اقدس سے اولاد کا بہم پہونچنا اور حسن مثنیٰ کا اُنکی حیات میں وفات پانا معلوم ہوا و وضوح دلالتہ علی المقصود لا تکاد تخفی علی الہ ریر فضلا عن البصیر اور اسی طرح فصول مہمہ کی عبارات محکیہ عن نور الابصار سے جناب فاطمہ بنت الحسین کا اپنے شوہر جناب حسن مثنیٰ کی قبر پر خیمہ کو نصب کرنا اور ایک سال تک اُسی مقام پر قیام لیل اور صوم نہار میں مشغول رہنا اور اُن معظمہ کا کریم ہونا اور اُنھیں معظمہ کا دمشق سے مدینۂ منورہ کو مراجعت کرنا وغیرہ وغیرہ بتصریح معلوم ہوا جسکا ماٰنحن بہ پر دلالت کرنا محتاج بیان نہیں ہے بنا برین علیہ اُن معظمہ کے ساتھ کربلا میں عقد قاسم بن حسن کے واقع ہونے اور زوجۂ حسن مثنیٰ کے مدینۂ منورہ میں متخلف رہنے اور حسن مثنیٰ کے لیے اُنکے بطن سے اولاد کے بہم پہونچنے کا احتمال بہرحال لغو محض قرار پایا پس جبکہ فاطمۂ کربلا کا زوجۂ حسن مثنیٰ ہونا معلوم ہوا تو اُنھیں معظمہ کے ساتھ جناب قاسم بن حسن کے عقد کا تجویز کرنا کیونکر درست ہو سکتا ہے فتفکر و لا تکن من الغافلین و لا یعجبنک ما عسی ان یتحزفہ فئۃ الجاھلین

توقیف لطیف چونکہ جناب قاسم بن حسن سلام اللہ علیہما کی دامادی کا قصہ قدما کے زمانہ مین حادث نہ
ہوا تھا اسلیے اُنکا خصوص قصہ کے باطل و موضوع ہونے پر نص کرنا معقول نہ تھا **البتہ** چونکہ اُسکا متاخرین
کے زمانہ مین حدوث و بروز ہوا اور عوام کالانعام نے اُسکو رواج دینا شروع کیا اور بعض خواص نے بھی
اُسکو اصل امر سے غافل ہوکر اپنے تالیفات مین مندرج فرمالیا اسلیے اہل تنقید کو اُس سے متعرض ہونے
اور اُسکے موہون و مطعون و غیر معتبر ہونے پر نص کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی جیسا کہ ابھی مذکور ہو چکا
ہے اس مقام پر حضرات مشار الیہم مین سے بعض حضرات کے نصوص و تصریحات کا وارد کرنا قرین مصلحت ہے
اور وہ کئی بزرگوار ہین **از انجملہ** علامہ مجلسی علیہ الرحمہ ہین کہ اُن بزرگوار نے باوجودیکہ روضۃ الشہدا و منتخب
دونون پر یقیناً مطلع تھے اس قصہ کو قابل اخذ نہ سمجھا اور بحار الانوار و جلاء العیون مین اُسکو نقل نہین
فرمایا اور محض جناب قاسمؑ کی شہادت کے بیان پر اکتفا فرمائی ہے بلکہ خصوص جلاء العیون مین بیان شہادت
کے بعد اس قصہ کے موہون و غیر معتبر ہونے کو بھی ظاہر فرمادیا ہے چنانچہ کتاب مذکور مین فرماتے ہین
پس قاسم پسر حسنؑ کہ چہرۂ مبارکش مانند آفتاب تابان میدرخشید و ہنوز بحد بلوغ نرسیدہ بود نزد عم بزرگوار
خود آمد و رخصت جہاد طلبید حضرت امام شہدا او را در بر کشید و آنقدر گریست کہ نزدیک شد کہ مدہوش
گردد و ہرچند آن امام زادۂ بزرگوار در طلب رخصت جہاد مبالغہ می نمود حضرت مضائقہ میفرمود تا آنکہ بر پای
عم بزرگوار خود افتاد و چندان بوسید و گریست و استغاثہ کرد کہ از حضرت امام حسینؑ رخصت حاصل کرد و
بمیدان در آمد و عرصۂ قتال را از نور جمال خود روشن کرد و با آن خوردسالی در یک حملہ سی و پنج نفر از آن
سنگین دلان بیچار را بعرصۂ فنا فرستاد راوی گوید کہ من در میان لشکر عمر حرامزادہ بودم کودکی از لشکر امام حسینؑ
جدا شد و متوجہ لشکرگاہ گردید نور از جبین مبین او میتابید و پیراہنی و ازاری پوشیدہ و دو نعل در پا کشیدہ
بود و بند نعلین او گسیختہ بود دران حال عمر پسر سعد ازدی ملعون گفت بخدا سوگند مرو م داد را بقتل
می آورم گفتم سبحان اللہ آیا دل تو تاب آن دارد کہ بر و ضربتی زنی بخدا سوگند کہ اگر بر من تیغ حوالہ کند دست
نمی گشایم بدفع آن این گروہی کہ او را گرفتہ اند او را کافی ست پس آن ملعون بدگہر اسپ تاخت و ضربتی
بر سر امام زادۂ مطہر زد کہ بر رو درافتاد و فریاد کرد و اعماہ را در یاب ناگاہ دیدم کہ امام حسینؑ مانند

عقاب آمد وصفہا را شگافت وچون شیر خشمناک بر آن کافران ناپاک حملہ میکرد وتیغی حوالہ قاتل آن امامزادۂ
مظلوم کرد آن لعین دست پیش آورد حضرت دست او را جدا کرد آن ملعون فریاد کرد لشکر اہل نفاق جمع
شدند کہ آن ملعون را از دست حضرت رہا کنند وجنگ در پیوست وآن ملعون کشتہ شد وآن معصوم در
زیر سم اسپان مخالفان کوفتہ شد وچون حضرت آن کافران را دور کرد وسر فرزند برادر گرامی خود آمدہ دید
کہ بر زمین می ساید وعزم پرواز اعلا علیین دارد وچون اشک حسرت از دیدہای مبارکش جاری شد گفت
بخدا سوگند کہ بر عم تو گران ست کہ تو او را بیاری خود طلبی ویاری تو نتواند کرد خدا دور گرداند از رحمت خود
آنہا را کہ ترا بقتل آوردند ووای بر گروہی کہ پدر وجد تو خصم ایشان باشند پس حضرت آن شہید ومعصوم
را برداشت وسینہ اش را بر سینۂ خود گذاشت وپاہای او را بر زمین میکشید واو را برد تا در میان کشتگان
اہل بیت انداخت وگفت خداوندا کشندگان ما را بکش وجمعیت ایشان را پراگندہ گردان واحدی از
ایشان را مگذار وہرگز ایشان را میامرز دیگر فرمود ای پسر عمان من واہلبیت برادر من صبر کنید کہ بعد ازین روز
دیگر مذلت نخواہید دید وبعزت وسعادت ابدی خواہید رسید وبروایت حضرت امام زین العابدینؑ
آن امامزادہ شہید سہ نفر از آن کافران عنید بعذاب شدید فرستاد وزیادہ نیز روایت کردہ اند وقصۂ
دامادی او در کتب معتبرہ بنظر فقیر نرسیدہ انتہی **ازانجملہ** فاضل رضی بن نبی القزوینی صاحب کتاب
تظلم الزہراء علیہا السلام ہین اُنھون نے بھی قصۂ عروسی حضرت قاسم علیہ السلام کو معتمد ومعتبر نہین
سمجھا ہی اور علامۂ مجلسی علیہ الرحمہ کی طرح اُسکے ذکر سے عدول کیا ہی چنانچہ کتاب مذکور کے نسخۂ مطبوعہ
صفحہ ۱۷۰ مین جناب علی بن الحسین علیہما السلام کی شہادت کے بعد تحریر فرماتے ہین ثم انہ نقل فی الکتب
بروز قاسم بن الحسن ومبارزتہ ولیس فیہا ذکر مصاہرتہ الا فی المنتخب فانہ ذکر قصۃ مصاہرتہ
ولکن لما ذکر الفاضل المتبحر ان ہذہ القصۃ لم یظفر بہا فی الکتب المعتبرۃ والروایات المعتمدۃ
وکان لم یعتمد علی ہذا النقل صفحنا نحن ایضاً عن نقلہ لان الناقل رہ لم ینسب الی احد بل قال ونقل
اور اس عبارت کا محصل یہ ہی کہ کتب مین جناب قاسم بن حسنؑ کے بروز ومبارزہ کا حال منقول ہوا ہی اور
اُنکی دامادی کا تذکرہ نہین ہی البتہ کتاب منتخب مین جناب قاسمؑ کی دامادی کا قصہ بھی مذکور ہوا ہی لکن

چونکہ فاضل متبحر نے اس قصہ پر کتب معتبرہ اور روایات معتمدہ مین اپنے مطلع نہونے کو ذکر کیا ہی اور گو یا کہ
اُنھون نے نقل منتخب پر اعتماد نہین فرمایا ہو لہذا ہم نے بھی اُسکے نقل کرنے سے اعراض کیا اسلیے کہ
ناقل رحہ نے اُسکو کسی شخص کیطرف منسوب نہین کیا ہو بلکہ فقط لفظ نقل کے ساتھ اُسکو وارد کیا ہو تنبیہ اس
عبارت مین فاضل متبحر سے علامۂ مجلسی علیہ الرحمہ کو مراد لیا ہو وما نقلہ قدس سرہ عن العلامۃ المجلسی
من عدم ظفرہ بالقصۃ المذکورۃ فی الکتب المعتبرۃ فانما ذکرہ فی جلاء العیون ضرورۃ انہ لم
یتعرض عنہا فی بحار الانوار بوجہ من الوجوہ بل سکت عنہا بالمرۃ فلیکن منک علی ذکر ازانجملہ محمد
بن سلیمان تنکابنی ہین اُنھون نے بھی قصۂ مذکورہ اور اُسکے مثل جملہ تبعات مجعولہ وآثار غیر مقبولہ کے بے اصل ہونیکی
تصریح کی ہی چنانچہ اثناء کلام مین تحریر کرتے ہین واما درکیفیت شہربانو درکربلا وہمراہ بودن واسیر شدن یا
نہ شدن پس دران خلاف ست بعضی گفتہ اند کہ درکربلا ہمراہ بود ونظر بوصیت آنجناب بعد از شہادت
بذوالجناح سوار وبری آمد ودربعضی از جبال شمران مدفون ست واین قول اضعف اقوال ست زیراکہ کسی از معارف
این را نقل نکردہ وآنکہ این سخن را گفتہ اعتماد واعتنای بشان او نیست واضعف ازین قول اینکہ فاطمہ
عروس قاسم نیز ہمراہ او بود واز قاسم حمل داشت وپسری متولد شد مسمی بقاسم ثانی کہ درجبال شمران طہران
مزار معروفی دارد واین نیز مانند سابق بلکہ اضعف ازان ست زیراکہ اولاً عروسی قاسم درروایات شیعہ
ندارد وثانیاً قاسم یازدہ سالہ بودہ احتمال تولد وتوالد دران راہ ندارد وثالثاً گویندۂ این سخن مسموع
القول ومحل اعتناء علماء اعلام نیست ورابعاً اینکہ روز عاشورا با آن کیفیت معہودہ جای مواقعہ ومباشرت
قطعاً نبودہ وخامساً این قول وقول سابق منافی با انچہ بعد ازین مذکور میشود از روایت عیون اخبار
الرضاؑ وسادساً این سخن منافی ست با انچہ شیخ مفید اعلی اللہ مقامہ کہ از اعیان علماء طائفہ است درکتاب
ارشاد ذکر کردہ کہ حسنؑ بن حسن مجتبی علیہ السلام معروف بہ حسن مثنی در نزد عم خود حضرت سید الشہداؑ آمد خواستگاری
فرستاد آنجناب فرمود کہ من برای تو دختر فاطمہ را اختیار کردم کہ او را دوست دارم وباسم مادر من نامیدہ ام
پس فاطمہ را بعقد او درآورد وبعد از وفات حسنؑ بن حسن فاطمہ بر بالای قبر او چادر زدہ یک سال در انجا
نشست تا اینکہ شبی ہاتفی آواز داد کہ آیا یافتند انچہ را کہ مفقود کردہ بودند بار دیگر ہمان ہاتف در جواب

خود گفت کہ بیا فتند انچہ را کہ مفقود کردہ بودند چون فاطمہ این را شنید گفت کہ چادر را در انداختند و بسوی
خانہ مراجعت نمود و حضرت سید الشہدا را دختر دیگر کہ فاطمہ نام باشد نداشتہ چنانکہ سابقا در ضمن ذکر اولاد
حضرت مذکور شد و اینکہ میگویند فاطمہ صغری در مدینہ ماند و بیمار بود اصلی ندارد و قول دیگر در شہر بانویہ کہ در
کربلا ہمراہ بود و اسیر شد و این نیز ضعیف و محل اعتنا نیست و اصح اینکہ شہر بانویہ و خواہرش کہ زوجہ امام حسن
بود حاملہ شدند و ہر دو متولد شدند و ہر دو در ایام نفاس وفات یافتند و آن کودکی کہ از شہر بانویہ متولد شد
حضرت سید سجادؑ بود کہ او را بعضی از کنیزکان حضرت سید الشہدا کہ ام ولد بودند کفیل شدند و شیر دادند
پس در کربلا ہمراہ نبود و بر وفق ہمین قول کہ اختیار کردیم صدوق علیہ الرحمہ کہ رئیس المحدثین ست
حدیثی در کتاب عیون اخبار الرضاء در مجلد ثانی ذکر فرمودہ و ارباب مقاتل معتبرہ مانند صدوق در
امالی و ابن نما در مثیر الاحزان و شیخ مفید در ارشاد و سید رضی الدین ابن طاؤس در لہوف و مجلسی در
بحار و ابی مخنف و آخوند ملا حسن یزدی در مہیج الاحزان و غیر اینہا از مقاتل معتبرہ ذکر نکردہ اند کہ شہر
بانویہ در کربلا در میان اسیران بود انتہی تنبیہ اس مقام پر دو امر قابل لحاظ ہین اول یہ کہ صاحب
عبارت نے قول جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ کے نقل کرنے مین کئی جگہ مسامحہ کیا ہی جسکا حال عبارت
جناب شیخ کی طرف رجوع کرنے کے بعد معلوم ہو سکتا ہی دوم یہ کہ اس عبارت سے جناب شہر بانو کا
بوقت ولادت حضرت سید سجادؑ وفات پانا معلوم ہوا جسکی حدیث عیون اخبار الرضا مین تصریح موجود
ہی جیساکہ صاحب عبارت نے بیان کیا ہی اور اس مطلب کو دیگر اعلام نے بھی بیان کیا ہی چنانچہ
لسان الملک سپہر کاشانی صاحب ناسخ التواریخ تحریر کرتے ہین چہ شہر بانو در ہنگام ولادت علی بن
الحسینؑ وداع جہان گفت و در سفر کربلا ملازمت خدمت سید الشہدا را نداشت العلم عند اللہ اور
دوسرے مقام پر تحریر کرتے ہین لکن مادر سید سجادؑ بدیگر کس شوہر نفرمودہ بلکہ در نفاس وفات
یافت انتہی اور صاحب خیرات الحسان نے بھی اس مطلب کی تصریح فرمائی ہی بلکہ حضرت شہر بانو کے
زمان نفاس مین انتقال کرنے کو اخبار کثیرہ کیطرف منسوب کیا ہی چنانچہ تحریر کرتے ہین بارے حضرت
شہر بانو چنانکہ در اخبار کثیرہ رسیدہ است بحال نفاس در گذشت رضوان اللہ علیہا اور قدوۂ ارباب

تنقید جناب مولانا سید حبیب حیدر صاحب قبلہ مرحوم اعلی اللہ مقامہ واجزل فی الخلد تشریفہ واکرامہ تحریر فرماتے ہین کہ جن روایتون سے جناب شہربانو کا واقعہ کربلا مین تشریف رکھنا معلوم ہوتا ہی وہ زیادہ اعتماد کے لائق نہین ہین اور مجہول الاسانید ہین اور اُن معظمہ کا حضرت امام زین العابدینؑ کی ولادت کے ساتھ وفات پانا اقوی اور اظہر ہی انتہی محصول کلامہ قدس سرہ وفیہ غنی للتحقیق المرام فان القول ما قالت حذام اس مقام سے اُن امور کا باطل ہونا بخوبی منکشف ہوتا ہی جو حضرت شہربانو کے بعد شہادت جناب سید الشہداؑ زندہ رہنے یا معرکہ کربلا مین حاضر ہونے پر متفرع ہوتے ہین جنکی تفصیل کا ملال ناظرین کے خوف سے درج رسالہ کرنا مصلحت نہین معلوم ہوتا علاوہ برین مقام بھی استطرادی ہی اور بعض متفرعات کا حصہ اول مین تذکرہ بھی ہو چکا ہی **از انجملہ** صاحب محن الابرار مترجم بحار الانوار ہین جنھون نے بھی مطالب مذکورہ کی تصریح کی ہی اور بخصوص قصۂ دامادی کے فاسد ہونیکو بھی بیان فرمایا ہی چنانچہ محن الابرار نسخۂ مطبوعہ کے صفحہ ۲۶۷ مین مرقوم ہی مترجم گوید چون حکایت عروسی جناب قاسم ورد زبان مرثیہ خوانان وعوام مردمان ست لہذا بایداول تحقیق کلام درین حکایت بشود بعد ازان بترجمۂ اصل روایات شہادت آن بزرگوار بپردازم بروایت مصنف رہ در بعض کلام خود در جلد اول این کتاب مستطاب روایت کردہ است سہ نفر از اولاد جناب امام حسنؑ در کربلا بدرجۂ شہادت رسیدند عمرو قاسم وعبداللہ ودرین جلد شہادت چہار نفر از فرزندان آن حضرت روایت کردہ است وجناب امام حسنؑ راسیزدہ نفر پسر داشت از جملۂ ایشان حسنؑ بن حسنؑ بود وآن بزرگوار مرد نیکو کار خصلت وپسندیدہ طبیعت وجلیل القدر منزلت بود ودر حیات جناب امیر مومنان والی صدقات آن حضرت بود در فضیلت وجلالت وپرہیزگاری وبزرگواری سر آمد اہل جہان بود ودر رزمگاہ کربلا در خدمت عم بزرگوارش جناب مظلوم بیابان نینوا حاضر بود ودر پیش روی آن حضرت جان نثاری بکار بردہ از بسیاری زخم شمشیر ونیزہ دشمنان در میان کشتگان افتادہ وہنوز زندہ بود چون لشکر شقاوت اثر جناب امام حسینؑ راشہید نمودند وخواستند کہ اہل بیت رسالت را اسیر نمایند اسماء بن خارجہ آمد حسنؑ بن حسنؑ را از دست لشکر کفار رہا نمود وگفت فرزند خولہ کہ نام مادر آن بزرگوار بود اسیر نمی شود عمر بن سعد حرامزادہ لعؔ لشکر

شقاوت خود را گفت و او را برای ابوحسان بگذارید آن بزرگوار را بکوفه آوردند و زخمهای او را مداوا نمودند
بسوی مدینهٔ طیبه برگشت چنانچه مصنف رح در سابق ولاحق ذکر نموده است و فرموده است در روایت
آمده است که روزی حسن ع بن حسن ع در مدینهٔ طیبه بخدمت سراسر سعادت عم بزرگوار خود جناب امام حسین ع آمد
و آن حضرت دو نفر دختر داشت یکی را از برای خود خواستگاری نمود جناب امام حسین ع فرمود ای فرزند گرامی
هر کدام یکی از دختران من میخواهی اختیار کن آن بزرگوار حیا نمود که مختارهٔ خود را با آن حضرت عرض نماید سر
خجلت بزیر افگنده جواب نگفت جناب امام حسین ع فرمود من برای تو دختر خود فاطمه ع را پسندیدم زیرا که
بمادرم زهرا ع دختر جناب رسولخدا ص اشباهت بسیار دارد و حسن ع بن حسن ع در سن سی و پنج سالگی از این دار فانی
بخانهٔ جاودانی رحلت نمود و زنش فاطمه ع دختر امام حسین ع ابن امیر مومنان در سر قبر شوهرش حسن ع بن حسن ع
خیمه برپا نمود شبها در میان آن خیمه مشغول عبادت پروردگار خود میگردید و روزها روزه میداشت و در حسن
وجمال و خوبی رخسار شباهت بحوریان بهشت عنبر سرشت داشت چون یکسال تمام در سر قبر شوهر نیکو
خصال خود مشغول عبادت پروردگار خود گردید در سر سال بغلامان خود امر نمود که در هنگام شب خیمه را
بردارند چون شب شد خواستند که خیمه را پائین نمایند و بسوی خانه برند ناگاه بگوش آن خاتون مکرمه صدای
از هاتف رسید که میگفت آیا آن کسی که گم نموده بودند پیدا کردند شنید که هاتف دیگر او را جواب داد پیدا نه
کردند بلکه ناامید شدند برگشتند و جناب حسن ع بن حسن ع از دنیا رحلت نموده دعوای امامت نکرد و کسی از
شیعیان نیز نسبت امامت را بآن بزرگوار نداده است چنانکه برادرش زید نیز دعوای امامت نکرده این
روایت را مصنف در جلد اول این جلد عاشر بحار نقل کرده است و از این روایت مشخص و معلوم گردید
که جناب فاطمه ع دختر جناب امام حسین ع زن حسن ع بن حسن ع بود مصنف رح در باب عدد اولاد جناب امام حسین ع
دو تا دختر روایت کرده است که نام یکی سکینه ع و نام دیگری فاطمه ع بود بروایت دیگر سه تا نقل کرده است
که نام سومی زینب بود و بروایت دیگر چهار دختر روایت کرده است نام چهارمی فاطمه صغری بود که در
مدینه مانده بود بنابرین روایات ظاهر همان فاطمه ع که در کربلا حاضر بوده زن حسن ع بن حسن ع است و علاوه
برین مانند مصنف رح که در تتبع اخبار و در خبرداری از احادیث و آثار اهل بیت اخیار جناب احمد مختار

سرآمد علمای ابرار و ممتاز ہمہ اہل روزگار ست و استاد این فن و ماہر این علم ست در کتاب جلاء العیون خود
فرمودہ است کہ عروسی جناب قاسمؑ در کتب معتبرہ بنظر حقیر نرسیدہ است و از جملہ چیزہا کہ دلالت بر استبعاد
این مطلب دارد آن ست کہ جناب قاسمؑ در ہنگام شہادت خود بحد بلوغ نرسیدہ بود بروایت ابی مخنف
چہاردہ سال از سن شریف آن بزرگوار گذشتہ بود و از جملہ مبعدات آن ست کہ آن ملاعین کارزار بحضرت
درکربلا چنان تنگ و سخت گرفتہ بودند کہ ہرگز مجال و فرصت نداشتند کہ بکار دیگر غیر از جنگ آن
کافران پروازند بلکہ شہدای اہل بیت نمیتوانستند کہ در ہنگام مبارزت بنزد اہل حرم بیایند و ایشانرا وداع نمایند
نمی بینی کہ مصنف رح برای ہیچ یکی از آن بزرگواران وداع زنان اہلبیت را ذکر نمودہ است
بجز جناب امام حسینؑ چنانکہ خواہد آمد احتمال دارد کہ جناب امام حسینؑ بعلم امامت میدانست کہ حسنؑ
بن حسنؑ زندہ خواہد ماند و جناب فاطمہ را تا آخر روز ہدست آن بزرگوار نسپردہ باشد در ہمان روز ہدست او
بسپارد و امر بر مردم مشتبہ بشود و خیال بکنند کہ بجناب قاسمؑ تزویج فرمودہ است با وجود این ہیچ فائدہ
درچنین تزویج در آن گیر و دار صحۃ بلا بنظر نمی آید و اتفاق افتادن زفاف از جناب قاسمؑ در مانند
چنین روز مصیبت و محنت از جملہ مستبعدات عقلیہ و نقلیہ میباشد واللہ العالم بحقائق الامور انتہے
اور اس عبارت کا مطلوب پر بصراحت تمام دلالت کرنا اظہر من الشمس ہی لہذا طول کلام کی حاجت
نہین ہی **تنبیہ** اس عبارت مین دو امر قابل تعرض ہین اول یہ کہ اس عبارت سے حسنؑ مثنی کا جناب
امیر المومنینؑ کی حیات مین صدقات امیر المومنینؑ کے لیے متولی ہونا بصراحت معلوم ہوا جسکا باطل ہونا
محتاج بیان نہین ہی اسلیے کہ امام حسنؑ نے اُنکی مادر گرامی جناب خولہ بنت منظور فرازی سے بعد
شہادت جناب امیر المومنینؑ عقد فرمایا تھا لہذا حسنؑ مثنی کا حیات حضرت امیر المومنینؑ مین متولّی
صدقات ہونا کیونکر درست ہو سکتا ہی علاوہ برین اُن روایات سے جو متعلق بصدقات جناب
امیر المومنین علیہ السلام بحار الانوار وغیرہ مین مذکور ہین ظاہر ہی کہ امیر المومنین علیہ السلام اپنے صدقات

کے تا بحیات خود متولی تھے اور اپنے بعد جناب امام حسن علیہ السلام کو اور اُنکے بعد جناب امام حسین علیہ السلام کو متولی قرار دیا تھا **بالجملہ** صاحب محن الابرار نے بظاہر قول جناب شیخ مفید رح وکان یلی صدقات امیر المومنین فی وقتہ مین لفظ فی وقتہ کی ضمیر کو لفظ امیر المومنین کی طرف راجع کیا ہے حالانکہ وہ خود حسن مثنی کی طرف راجع ہی اور اس اشتباہ کی وجہ سے حسن مثنی کا حیات امیر المومنینؑ مین متولی صدقات ہونا تحریر کردیا ہی فتنبہ **دوم** یہ کہ اس عبارت کے فقرۂ و بروایت دیگر چہار دختر روایت کردہ است آہ سے علامۂ مجلسی کا ایک روایت مین حضرت کی چار صاحبزادیون کو جن مین دختر چہارم کا نام فاطمۂ صغری تھا نقل کرنا ظاہر ہوتا ہی حالانکہ علامۂ مجلسی رح نے کسی ایسی روایت کو نقل نہین کیا جس مین چار صاحبزادیون کا حضرت کی اولاد مین معدود ہونا اور دختر چہارم کا فاطمۂ صغری ہونا مذکور ہو البتہ علامہ علیہ الرحمہ نے فاطمۂ صغری کی روایت کو اخطب خوارزم سے مستقلاً نقل کیا ہی جس مین فاطمۂ صغری کے سوا کسی اور صاحبزادی کا تذکرہ نہین ہی اور اس روایت کے متعلق جو امر محقق ہی وہ کئی مرتبہ گذر چکا ہی فراجعہ **ازانجملہ** صاحب خیرات حسان ہین اُنھون نے بھی مطالب مذکورۂ بالا کے علاوہ خصوص قصۂ دامادی کی لغویت پر متنبہ کیا ہی چنانچہ کتاب مذکور کی جلد سوم نسخۂ مطبوعہ صفحہ ۵ پر یہ عبارت مرقوم ہی فاطمہ بنت سیدنا ابی عبد اللہ الحسینؑ بن امیر المومنین سلام اللہ علیہم از اغصان شجرۂ نبوت ست و اعراق دوحۂ عصمت مناقب و فضائل آن بزرگوار در نطاق بیان نگنجد یکی از معاجز آن حضرت کہ با ہزاران مزیت برابری میکند آن ست کہ پدرش ابا عبد اللہ و برادر شمائل و ملکات و ریاضت و عبادات تالی جدہ اش سیدۂ نسوان عالم صلوات اللہ علیہا قرار دادہ **ابن الصباغ** در کتاب الفصول المہمہ فی فضائل الائمہ میگوید حسنؑ بن حسنؑ بن علیؑ خدمت عم خود ابو عبد اللہ الحسینؑ آمدہ یکی از دو دختر او را خطبہ کرد و عرضہ داشت اختر لی احدیہما حضرت فرمود قد اخترت لک ابنتی فاطمۃ فہی اکثر شبہا باامی فاطمۃ بنت رسول اللہ صلعم اما فی الدین فتقوم اللیل وتصوم النہار واما فی الجمال فتشبہ الحور العین واما سکینۃ فغالب علیہا الاستغراق مع اللہ تعالی فلا تصلح لرجل اور اُسی جلد کے صفحہ ۶ مین مرقوم ہی علامۂ مجلسی اعلی اللہ مقامہ از ارشاد شیخ مفید علیہ الرحمہ

وغیرہ عن غیرہ روایت کردہ کہ حسن بن حسن شوی فاطمہ در واقعہ کربلا زخمی کاری خوردہ ومیان قتلی افتادہ بود چون شہدا را بحکم عمر سرمی بریدند اسماء بن خارجہ بمتابعت پیوندی کہ با حسن داشت نگذاشت او را سر ببرند یعنی عمر چون جہت رعایت اسماء دید حسن را باوی بخشید وبروایتی حسن درمیان اسیرہا بود واسماء او را مستخلص نمود بہر تقدیر حسن مثنی بعد از مراجعت بمدینہ زمانی لائق زندہ بود تا در سن سی وپنج سال رحلت فرمود وقتیکہ حسن درگذشت فاطمہ از فرط علاقہ کہ با پسر عم داشت برسر تربت وی خیمہ افراشت وتا یک سال معتکف آن خاک مطہر بود چون سال بسر رسید با غلامان بفرمود کہ شبانگاہ آن خیمہ فرود آورید واین خرگاہ درہم پیچید ہمین کہ بنیان آن بیت الاحزان بہم برزدہ راہ مراجعت گرفتند بانگ ہاتفی شنیدند کہ گفت ھل وجد وامافقد وآواز دیگری شنیدند کہ گفت بل یئسوا فانقلبوا این اتفاق بدیع وواقعۂ نادر از بخاری صاحب صحیح نیز مروی ست کہ نوشتہ لما مات الحسن بن علی ضربت امرأتہ القبۃ علی قبرہ سنۃ ثم رفعت فسمعوا صائحا یقول ھل وجد وامافقد وافاجابہ اخر بل یئسوا فانقلبوا وفی روایۃ انھا انشدت بیت لبید ؎

الی الحول ثم اسم السلام علیکم	ومن یبک حولا کاملا فقد اعتذر

اور اسی جلد کے صفحہ ۲ مین مرقوم ہو واز ہمین قبیل خرافات ست انچہ مابین عوام الناس اشتہار گرفتہ کہ حضرت فاطمہ بنت الحسینؑ را در کربلا با حضرت قاسم بن الحسنؑ عقد بستند ہرکس منشاء این شہرت کاذبہ را بخواہد بترجمہ سکینہ بنت الحسینؑ از جلد ثانی خیرات الحسان برگردد وہرکس در اولاد واثر از حضرت فاطمہ بنت الحسینؑ مزید بصیرت بجوید ترجمہ ابراہیم امام زیدیہ را از جلد اول دانشوران بگشاید رحلت حضرت فاطمہ بنت الحسینؑ حدسا وقیاسا باید در مدینۃ الرسول اتفاق افتادہ باشد ولی در ملک مصر مزاری معتبر بنام آن بزرگوار برپا ست وجماعتی از محدثین قطر مزبور مرقد مطہر آن حضرت را بطور تحقیق در آن میدانند اور خیرات حسان کی جلد دوم صفحہ ۲ بترجمہ حضرت سکینہ علیہا السلام مرقوم ہی بہرحال راجح در نظر نگارندہ آن ست کہ آنحضرت مقارن وقعہ طف در سن نسوان بودہ وشوی وی نیز در آن تاریخ ابن عمش عبد اللہ بن الحسنؑ بودہ چنانچہ در غالب آثار تصریح گردیدہ است وشوی خواہرش حضرت فاطمہ بنت الحسینؑ درہمان وقت برادر حضرت عبد اللہ حسن مثنی بودہ

چنانچہ در جمیع کتب شیعہ و اہل سنت مذکور و مسطور است کہ حسن بن حسنؑ خود برسم معہود آن روزگار بحضور
عم بزرگوار حضرت ابو عبد اللہ ارواحنا فداہ مشرف شد و یکی از عم زادگان را خواستگاری کرد حضرت ابو عبد اللہ
فرمود ای برادر زادہ من از تو ہمی در انتظار این اظہار بودم از دو دختر عمت فاطمہؑ و سکینہؑ خود یکے را
اختیار میکن حسن مثنی رضی اللہ عنہ فاطمہ را برگزید و امام علیہ السلام فاطمہ را بالعقد وی در آورد اور اسی جلد
کے صفحہ ۸ مین یہ عبارت مرقوم ہی الحاصل حضرت ابو عبد اللہ ارواح العالمین فداہ خود ہر دو دختر بزرگوار
را بحسن و عبد اللہ برادر زادگانش تزویج فرمودہ است و حضرت حسن مثنی باتفاق جمیع افاضل ارباب
مقاتل و غیرہم در روز عاشورا چند زخم برداشت و در جرگ شہیدان بیفتاد و چون سرہا را بحکم عمر بن سعد
از ابدان جدا میکردند و روی احساس حیات نمودند خالش اسما حاضر سپاہ اعداء اللہ بود از عمر بن سعد
تمنای بخشش او کرد عمر حسن را بدو باز گذارد و او حسن را معالجہ نمود و سالہا آن بزرگوار با فاطمہ بنت الحسینؑ
زندگانی کرد تا بمدینۃ الرسول در گذشت اور اسی جلد کے صفحہ ۱۸ مین مرقوم ہی اما شوی حضرت سکینہؑ را
این اتفاق کہ برای شوہر حضرت فاطمہ افتاد نیفتاد لاجرم در کربلا بسعادت شہادت فائز گردید اور اسی
جلد کے صفحہ ۸۴ مین مرقوم ہی پس در اینکہ حضرت سکینہ مقارن واقعۂ کربلا بسن نسوان بودہ بلکہ شوی
داشتہ برای متتبع مضطلع جای شبہہ نیست بلکہ در اینکہ بخصوص عبد اللہ بن الحسنؑ بشوی آنحضرت بودہ ہم
نباید تامل داشت ولی آیا جشن عروسی و رسم زفاف در میان حضرت سکینہؑ و حضرت عبد اللہ بن الحسنؑ واقع
گردید یا این اتفاق نیفتاد عبد اللہ بشہادت رسید الظاہر المصرح بہ فی بعض العبائر شق ثانی ست اور
اسی جلد کے صفحہ ۸۵ مین مرقوم ہی و نگارندہ را ہیچ شک نیست در اینکہ داستان عروسی قاسم بن الحسن
و فاطمہ بنت الحسینؑ کہ از مشہورات بلا اصل ست و علامہ مجلسی با ہمہ تتبع و احاطۂ تخریج و تصحیح آن نفرمودہ و محققین
از علماء متاخرین منع شدید از تذکرۂ آن می کنند اشتباہی ست بمسئلہ مزاوجت حضرت سکینہ و عبد اللہ بن
الحسنؑ و عدم اتفاق عرس و شہادت زوج قبل الزفاف حسب ما یقضی بہ الحدس من ذوی الاستقامۃ و
الانصاف انتہی اور خیرات حسان کی ان عبارتون کا ہمارے مطلوب پر دلالت کرنا اظہر من الشمس و ابین
من الامس ہی اور یہان دو امرون پر تنبیہ کرنا ضروری ہی اول یہ کہ حضرت سکینہ سلام اللہ علیہا کا

مقارن واقعۂ کربلا بسن نسوان ہونا جسکو صاحب خیرات حسان نے اختیار کیا ہو بظاہر نہایت مستبعد ہے
اسلیے کہ جناب سکینہ کا جناب فاطمہ بنت الحسینؑ سے اصغر ہونا ابو جعفر طبری اور ابن اثیر و سید مومن شبلنجی
کی عبارتون مین مذکور ہو چکا ہی اور چونکہ خود جناب فاطمہؑ کے سن شریف کا واقعۂ کربلا مین تقریباً ۹ سال
سے زائد ہونا درست نہین ہو سکتا جسکی وجہ اس رسالہ مین مذکور ہی اس تقدیر پر جناب سکینہؑ کا بسن
نسوان ہونا کیونکر درست ہوگا پس بظاہر کربلا مین اُنکا سن شریف سات آٹھ برس سے زائد نہ تھا اور
اُنکے عقد کا جناب عبداللہ بن حسنؑ کے ساتھ واقع ہونا اُنکے بسن نسوان ہونے کی دلیل نہین ہی اس لیے کہ
عقد کا صغر سنی مین واقع ہو جانا کچھ بعید نہین ہی خصوصاً جبکہ شوہر بھی صغیر السن ہو واللہ تعالی ہو العالم
دوم یہ کہ صاحب خیرات حسان کی تصریح سے محققین علماء متاخرین کا قصۂ دامادی کے مذاکرہ کو منع شدید
کرنا معلوم ہوا اس مقام سے قول فاضل دربندی رحمہ اللہ وقوعہا مما صرح بہ جم غفیر من متاخر المتاخرین
کی حقیقت زیادہ منکشف ہوتی ہی اللھم الا ان یراد من متاخر المتاخرین فی کلامہ رحمہ اللہ تعالی المغفلون
منہم وح لا منافاۃ بین منع المحققین من المتاخرین عن مذاکرتہا وبین تصریح المغفلین منہم بوقوعہا
فتامل جیداً **اور** واضح ہو کہ صاحب خیرات حسان نے عروسی حضرت قاسم علیہ السلام کے باطل ہونے
کی کتاب المآثر والآثار مین بھی تصریح کی ہی اور چونکہ کتاب مذکور کی عبارت خود سوال مین مندرج ہو چکی ہی
لہذا اس مقام پر اُسکے نقل کرنے کی حاجت نہین ہی **ازانجملہ** سپہر کاشانی مؤلف ناسخ التواریخ مین
چنانچہ اُنھون نے بھی قصۂ دامادی کے دروغ اور موضوع ہونے پر نص کی ہی وھذا عیون الفاظہ **واما**
حسن بن حسنؑ کہ اورا حسن مثنی گویند درخاطر داشت کہ دختر امام حسینؑ را در حبالۂ نکاح درآورد چون این
خبر را بعرض حسینؑ رسانیدند اورا امر ساخت و فرمود اینک فاطمہ و سکینہ دختران من اند ہر یکی را خواستار
باشی با تو کابین خواہم بست حسن شرمناک سر فرود داشت و سخن نکرد حسینؑ فرمود من دختر خود فاطمہ را
کہ با مادرم شبیہ تر ست با تو کابین بستم ابو نصر بخاری گوید فاطمہ از حسن سہ پسر آورد نخستین عبد اللہ کہ اورا
عبد اللہ محض گویند دوم ابراہیم کہ اورا ابراہیم غمر گویند سوم حسن و اورا حسن مثلث گویند و ما شرح
حال ایشان را و اولاد ایشان را بطناً بعد بطن در کتاب امام حسنؑ نگاشتیم بالجملہ حسن بن حسن مثنی در یوم طف بالشکر

دختر قابل تزویج بی شوہری پیدا کرد تا که این قصه با قطع نظر از صحت وسقم نقل وقوعش ممکن باشد واما
قصۂ زبیدہ وشہربانو وقاسم ثانی درخاک ری واطراف آن که در السنۂ عوام دائر شدہ پس آن از خیالات
واہیہ است که باید در پشت کتاب رموز حمزہ وسائر کتابہای مجعولہ نوشت وشواہد کذب بودن آن
بسیار است وکلام علمای انساب متفقند که قاسم بن حسن علیہ السلام عقب ندارد انتہی المقصود من
کلامہ فی المقام **عبارات** مذکورہ علی الخصوص علامہ نوری قدس سرہ کی تحریر دلپذیر پر نظر کرنے کے بعد
اس قصہ کے بے اصل وموہون ہونے مین کسی عاقل کے لیے شبہہ نہین رہ سکتا اسلیے کہ ان جملہ
عبارتون مین قصۂ مذکورہ کے باطل ہونے کے ادلہ باہرہ اور حجج قاہرہ بھی موجود ہین اس صورت
مین جو حضرات کہ قصۂ مذکورہ کے ثبوت کا دعوی کرین وہ اول انکا باطل ہونا علمائے اعلام کے کتب
معتبرہ سے ثابت فرمائین وانی لہم ذلک **تنبیہ** حضرات مذکورین کے علاوہ بھی مشاہیر علمائے عراق نے
اس قصہ کے باطل وموہون ہونے کی تصریح فرمائی ہی جنکے نصوص وتصریحات شائع ہو چکے ہین لہذا انکے
اس رسالہ مین وارد کرنے کی حاجت نہین ہی فمن شاء الاطلاع علیہا فلیرجع الیہا واللہ الہادی
تذنیل جمیل اس مین بعض امور ضروریہ سے تعرض کرنا قرین صواب ہی اور وہ کئی فصلون پر مشتمل ہے
فصل اول اسمین بعض شبہات جدیدہ کا وارد کرنا مناسب معلوم ہوتا ہی جن سے قصۂ مذکورہ کے ثبوت پر
پر استدلال کرنے کا توہم ہو سکتا ہی اور وہ کئی ہین **پہلا شبہہ** جناب شیخ جعفر علیہ الرحمہ نے جو اوثق
مجتہدین ہین اور انکی جلالت قدر اظہر من الشمس ہی اس قصہ کو اپنی تقریرات شریفہ مین وارد کیا ہی جو
انکے موثوق الصدور اور مظنون الوقوع ہونے کی امارت ہی اور اس شبہہ کا جواب کئی وجہ سے
ممکن ہی **پہلی وجہ** یہ کہ یہ قصہ فوائد المشاہد مین وارد کیا گیا ہی جسکو خود جناب شیخ مرحوم نے تحریر نہین
فرمایا بلکہ بعض فضلائے اس مین تقریرات جناب شیخ کو جمع فرمایا ہی پس ممکن ہی کہ مؤلف تقریرات نے
اس حکایت کو بمناسبت مقام خود داخل کر دیا ہو اس تقدیر پر اس قصہ کو جناب شیخ مرحوم کا وارد کرنا ثابت
ہوگا اور مؤلف تقریرات کے وارد کرنے کا امارت ثبوت ہونا خالی از اشکال نہین ہی **دوسری وجہ**
یہ کہ اگر خود جناب شیخ کا اس قصہ کو ذکر کرنا تسلیم کیا جائے تب بھی اسکا محل استدلال مین کافی ہونا محل

مذکور کے صفحہ ۳۶۵ مین مرقوم ہی این داماد و عروس میان شان مناسبات تشبیہات بسیار راست یکی آنکہ داماد
از ضربت یک ملعون بزمین افتاد و عروس ہم از کعب نیزہ یک ظالمی بزمین افتاد دویم آنکہ داماد وقتی کہ
بزمین افتاد استغاثہ کرد گفت یا عماہ و عروس ہم بزمین افتاد استغاثہ کرد گفت یا عمتاہ داماد عمو را صدا
زد برای آنکہ سرش را آن ظالم جدا نکند عروس ہم عمہ را صدا کرد برای سرش عرض کرد یا عمتاہ ہل من خرقۃ
استر بہا وجہی انتہی بلفظہ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جناب قاسمؑ کا عقد اُن صاحبزادی کے ساتھ
واقع ہوا تھا جنکو ایک ظالم نے کعب نیزہ کے ساتھ آزار پہونچایا تھا اور اُنکے سر اقدس سے مقنعہ کو
اُتار لیا تھا جنکے بعد اُن صاحبزادی نے اپنی عمہ معظمہ کو پکار کر فقرۂ مذکورہ اپنی زبان مبارک پر جاری کیا
تھا اور اس مطلب کا جناب فاطمہ بنت الحسینؑ سے متعلق ہونا کسی ناظر متتبع پر پوشیدہ نہین رہ سکتا
چنانچہ منتخب نسخۂ مطبوعہ جزو اول مجلس تاسع صفحہ ۱۰۹ مین مرقوم ہی حکی ان فاطمۃ الصغری قالت کنت
واقفۃ بباب الخیمۃ آہ جس مین فقرۂ فاذا برجل علی ظہر جوادہ یسوق النساء بکعب رمحہ اور فقرۂ واذا بہ قد تبعنی
فذہلت خشیۃ منہ فاذا بکعب الرمح بین کتفی فسقطت علی وجہی فخرمت اذنی واخذ قرطی واخذ مقنعتی عن
راسی وترک الدماء تسیل علی خدی اور فقرۂ فقمت وقلت یا عمتاہ ہل من خرقۃ استر بہا راسی عن
اعین النظار آہ موجود ہی جو اس رسالہ مین بھی مذکور ہو چکی ہی اور اسی روایت کو بتغیر یسیر بحار و عوالم مین
بعض کتب اصحاب سے نقل کیا ہی اس تقدیر پر قصۂ مذکورہ سے جناب قاسمؑ کے عقد کا جناب فاطمہ
بنت الحسینؑ کے ساتھ واقع ہونا لازم آتا ہی جو کربلا سے معلّی مین مع اپنے شوہر جناب حسن مثنی کے موجود
تھین ومن المتیقن المعلوم ان بطلان اللازم یلزمہ بطلان الملزوم اور اسی مقام سے قصۂ مذکورہ کا جناب
شیخ مرحوم کی تقریرات شریفہ مین مدسوس ہونا مظنون ہوتا ہی واللہ تعالی ہو العالم دوسرا شبہہ جناب
سید ہاشم بحرینی نے ایک حدیث کے ضمن مین حضرت امام زین العابدینؑ کی زبانی جناب سید الشہداؑ سے
جناب قاسم بن حسنؑ کی بہ نسبت فقرۂ بعد ان تبلی ببلاء عظیم نقل فرمایا ہی جو بظن غالب یا قریب بہ یقین
اس قصہ کی طرف اشارہ ہی چنانچہ کتاب مدینۃ المعاجز معجزات حضرت سید الشہداؑ صفحہ ۲۰۹ مین مرقوم ہی
ابن حمدان الحضینی فی ہدایتہ باسنادہ عن ابی حمزۃ الثمالی قال سمعت علی بن الحسین سید العابدین یقول

لما كان اليوم الذی استشهد فيه ابی ؑ جمع اهله واصحابه فی ليلة ذلك اليوم فقال لهم يا اهلی وشيعتی اتخذوا هذا
الليل جملا لكم فانجوا بانفسكم فليس المطلوب غيری ولو قتلونی ما فكروا فيكم فانجوا رحمكم الله فانتم فی حل
وسعة من بيعتی وعهدی الذی عاهدتمونی عليه فقال اخوته واهله وانصاره بلسان واحد والله يا سيدنا
يا ابا عبد الله لا خذلناك ابدا والله لا قال الناس تركوا امامهم وكبيرهم وسيدهم وحده حتی قتل ونبلو بيننا وبين
الله تعالی عذرا ولا نخليك او نقتل دونك **فقال** ؑ يا قوم فانی غدا اقتل وتقتلون كلكم معی حتی لا يبقی منكم
احد فقالوا الحمد لله الذی اكرمنا بنصرك وشرفنا بالقتل معك اوَلا يردون معك فی درجتك يا ابن رسول الله
فقال لكم جزاكم الله خيرا ودعا لهم بخير فاصبح وقتل وقُتل معه اجمعون **فقال** له القاسم بن الحسن وانا
فيمن يقتل فاشفق عليه **فقال** له يا بنی كيف الموت عندك قال يا عم احلی من العسل فقال ای والله فداك
عمك انك لاحد من يقتل من الرجال معی بعد ان تبلوا ببلاء عظيم وابنی عبد الله فقال يا عم ويصلون الی النساء اه

ولا ترضی ان نكون ظ

وقتلوا معه ظ

اور السان کے لیے عقد کے بعد فوراً اپنی زوجہ سے مفارقت کرنے کا بلائے عظیم ہونا واضح ہو اور اس
شبہہ کا جواب یہ ہو کہ فقرۂ مذکورہ کا قصۂ دامادی پر بوجوہ من الانحاء دلالت نہ کرنا محتاج بیان نہیں ہو بلکہ
اس استدلال کی غرابت اور مزید نکارت کا اندازہ نہیں ہو سکتا اور فقرۂ مذکورہ میں قصۂ دامادی کی طرف
اشارہ ہونیکا شخص خالی الذہن اور عارف باللسان کو وہم بھی نہیں ہو سکتا فضلاً عن الظن فضلاً عن کونہ
متاخماً للعلم اسلیے کہ لفظ بلا کے معنی اختبار و امتحان کے ہیں پس فقرۂ مذکورہ سے جناب قاسم کا امتحان
سخت اور اختبار عظیم کے بعد درجۂ شہادت پر فائز ہونا مراد ہو قال فی مجمع البحرین قوله تعالی ان هذا
لهو البلاء المبين اراد به الاختبار والامتحان يقال بلاه يبلوه اذا اختبره وامتحنه وبلاه بالخير او الشر يبلوه
بلوا وابلاه بالالف وابتلاه بمعنی امتحنه والاسم البلاء مثل سلام والبلوی والبلية مثله والبلاء علی ثلثة
اوجه نعمة واختبار ومكروه قوله لتبلون فی اموالكم وفی انفسكم يريد توطين النفس علی الصبر كما جاءت به
الرواية عنهم عليهم السلام وساق الكلام الی ان قال والبلاء يكون حسنا وسيئا واصله المحنة والله يبلو العبد
بما يحبه ليمتحن شكره وبما يكرهه ليمتحن صبره قال تعالی ونبلوكم بالشر والخير فتنة الی آخره اور شہادت
اعزا و اقربا اور جہاد ملاعین اور دیگر مصائب پر صبر و تحمل کرنے کے ساتھ جناب قاسم کا امتحان عظیم ہونا

اور اسکے بعد اُنکا درجۂ شہادت پر فائز ہونا قابل انکار نہین ہی اور عقد عروسی کا بلاۓ عظیم کے مفہوم عرفی ولغوی
سے خارج ہونا معلوم ہی اور عقد عروسی اور بلاۓ عظیم مین جو منافرت ہی وہ خود ظاہر ہی اور اگر بلاۓ عظیم سے
عقد عروسی کا واقع ہونا اور عقد کے بعد فوراً مفارقت کا پیش آنا مراد ہی تو فقرۂ مذکورہ از قسم چیستان و از قبیل
المعنی فی بطن الشاعر قرار پاتا ہی اور فقرۂ مذکورہ سے اس مطلب کا خود جناب قاسم کے ذہن مین بھی خطور
نہ ہوا ہوگا فضلا عن غیرہ پس امام سے ایسے کلام کا صادر ہونا کیونکر تسلیم کیا جاۓ جو مخاطب کے ذہن
مین بھی نہ آۓ حالانکہ کلام سے اصل مقصود افادہ و استفادہ ہوتا ہی مع ذلک بیان مراد مین وقت حاجت
سے تاخیر کرنے کا قبیح ہونا اپنے مقام پر ثابت ہو چکا ہی بہر حال اگر سرعت افتراق بعد العقد کا مطلقاً
داخل بلا ہونا تسلیم کیا جاۓ تو وہ بلاۓ خاص ہو گی جسپر لفظ بلاۓ عظیم کو کسی قسم کی دلالت نہین ہی
لان العام لا یدل علی الخاص باحدی الثلث اور اہل لسان کے محاورات مین فقرۂ مذکورہ اور اُسکے امثال کا
عند الشدائد صبر کرنے اور خصوص معرکۂ جدال و قتال کے وقت ثابت قدم رہنے اور مزید شجاعت اور
جوانمردی کے ظاہر کرنے کے مقام پر زائد استعمال ہوتا ہی البتہ فقرۂ مذکورہ سے عقد عروسی کو وہ شخص
سمجھ سکتا ہی جسکے ذہن مین عقد مذکور کا ثبوت قبل سے راسخ ہو چکا ہو جو شائبۂ دور سے خالی نہین ہے
علاوہ برین شوہر کے حق مین زوجہ کی مفارقت کا مصداق بلاۓ عظیم ہونا ہرگز قابل تسلیم نہین ہے
البتہ اسکے عکس کا بلاۓ عظیم ہونا مسلم ہو سکتا ہی اور اگر بفرض محال فقرۂ مذکورہ سے یہی معنی مراد لیے
جائین تو جناب قاسم کے مراتب جلیلہ مین قدح عظیم لازم آئیگی اسلیے کہ اس تقدیر پر اُنکا فقط مفارقت
عروس پر صبر کر کے شہادت پانا ثابت ہوگا اور اگر بلاۓ عظیم سے عقد عروسی مع دیگر مصائب مراد لیا جاۓ
تو لفظ واحد کا اطلاق واحد مین معنی واحد سے زائد مین استعمال کرنا لازم آئیگا وھو باطل عند المحققین مع ذلک
بلاۓ عظیم سے جس طرح کہ خصوص قصۂ دامادی اور فراق عروس کے مراد ہونیکا احتمال مستدل نے بیان کیا ہی
اسی طرح دیگر مصائب مین سے ہر ایک مصیبت کے مراد ہونے کا بھی احتمال ہی پس فقرۂ مذکورہ کو معنی
اول پر محمول کرنا اور معنی دوم پر محمول نہ کرنا ترجیح بلا مرجح ہی حالانکہ معنی دوم کے مراد ہونیکو ترجیح حاصل ہی
اسلیے کہ دیگر مصائب کا واقع ہونا اور جناب قاسم کا اُن مین مبتلا ہونا اور اُنپر صبر کرنا قطعاً ثابت ہی بخلاف

قصۂ عروسی کے کہ اُسکا واقع ہونا محض احتمال ہی پس فقرۂ مذکورہ سے معنی دوم کا مراد ہونا اقرب الی السداد
ہی حالانکہ اس مقام پر قصۂ مذکورہ کے ثبوت پر محض فقرۂ مذکورہ سے استدلال کرنا مطلوب ہی پس اُس سے
قصۂ مذکورہ کے مراد ہونیکا دعوی کرنا مصادرہ علی المطلوب کو مستلزم ہی اور اگر جملہ امور سے قطع نظر کیجائے
اور فقرۂ مذکورہ کا قصۂ عروسی و مفارقت زوجہ مین نص ہونا بھی تسلیم کرلیا جائے تو صاحب دختر کو اپنے
داماد سے اس قسم کا خطاب کرنا کیونکر زیبا ہوگا وبالجملۃ فنکارۃ ہذہ الشبہۃ اللاحنۃ لا تخفی علی اہل الانصاف
تیسرا شبہہ اس واقعہ کے لیے شیعیان عجم مین مدت دراز سے شہرت حاصل ہی جو بنفسہا اس قصہ کے
ثبوت مین دلیل واضح ہوسکتی ہی اور اُسکے ساتھ کسی روایت کے انضمام کی بھی حاجت نہین ہی اور اس
شبہہ کا جواب یہ ہی کہ جو شہرت کہ محل استدلال مین پیش ہوسکتی ہی وہ شہرت بین العلما ہی جسکا اس مقام پر
مفقود ہونا واضح ہی اسلیے کہ اُسکا فرقۂ محقہ کے احادیث مین موجود نہ ہونا بتصریحات فحول ثابت ہی اور
جناب سلطان العلما سے بھی اس مطلب کی تصریح منقول ہوئی ہی اور رعایاہ کے جمہور علما و مؤرخین نے بھی اسکو
نقل نہین کیا بلکہ اُنکے کتب و اسفار مین اس قصہ کے خلاف کی تصریحات موجود ہین چنانچہ اس مطلب کی
اُن حضرات نے بھی تصریح کی ہی جنھون نے اس قصہ کو اپنے کتب مین جگہ دی ہی یظہر ذلک بالرجوع الی کتبہم
اور جناب علیین مکان کی عبارت منقولہ کے فقرۂ ددوایۃ تزویج القاسم لو تذکر فی الکتب الکتب المعتمدۃ
اور فقرۂ لکن منضمن ہذہ الحکایۃ معشن وذہا مما یستغرب وقوعہا آہ مین بھی اس قصہ کا شاذ اور غیر
مشہور ہونا منصوص ہی پس ایسی صورت مین قصۂ مذکورہ کا مشہور ہونا کیونکر قابل تسلیم ہوسکتا ہی پس
اگر عبارت شبہہ مین شیعیان عجم سے اُس مقام کے علماے اعلام کا قصد کیا گیا ہی تو وہ ہرگز مسلم اور درست
نہین ہی اور اگر عوام شیعہ کا ارادہ کیا گیا ہی تو بعد تسلیم مفید نہین ہی حالانکہ عجم کے عوام شیعہ مین بھی اس
قصہ کا مدت دراز سے مشہور ہونا خالی از اشکال نہین ہی اسلیے کہ صاحب روضۃ الشہدا کے قبل اس
قصہ کا شیعیان عجم کے عوام یا خواص مین متداول ہونا معلوم نہین ہوتا اور اُنکے بعد اس قصہ کا عجم کے
عوام شیعہ مین متداول ہوجانا اُسکے حجت ہونے کی سند نہین ہوسکتی پس جب شہرت کا منشا فقط روضۃ الشہدا
فرض کیا جائے اُسکے غیر معتبر ہونے مین کیا شبہہ ہوسکتا ہی اور صاحب روضۃ الشہدا اگرچہ متہم بالوضع نہون

لکن اُنکے ماخذ کا معتبر ہونا کیونکر ثابت ہو خصوصاً جبکہ اُنکی کتاب مین بہت سے منکرات کا کتب مجہولہ منکرہ
سے ماخوذ ہونا بھی مشاہد ہی اور مجرد احتمال عقلی سے کسی واقعۂ تاریخیہ کا ثبوت نہین ہوسکتا والا جملہ ممکنات
کا ثابت اور واقع ہونا لازم آئیگا ولا یقول بہ سفیہ فضلا عن اللبیب المنتبہ اور بظاہر قصۂ مذکورہ کے
مشہور اصطلاحی ہونیکا کسی عالم نے بھی دعویٰ نہین کیا اسی لیے بعض افاضل نے اُسکے شاذ مقبول ہونیکا
احتمال بیان کیا ہی جس سے عنقریب تعرض کیا جائیگا ان شاء اللہ تعالیٰ با اینہمہ اگر اُسکے مشہور اصطلاحی ہونے کو
تسلیم بھی کرلین تو اُسکا حجت ہونا کسی طرح تسلیم کرنے کے قابل نہین ہی اسلیے کہ اُسکے حجت ہونے مین
قائلین بالحجیہ کے نزدیک بھی فقدان معارض شرط ہی اور اس مقام پر معارض قوی موجود ہی جو قصۂ مذکورہ
کے بے اصل ہونے پر دلالت کرتا ہی جسکی فی الجملہ توضیح اس رسالہ مین بھی کی گئی ہی حالانکہ واقعۂ کربلا مین
شیعیان عجم کی صدہا کتابین موجود ہین لکن اس قصہ کو جسنے ذکر کیا ہی فقط روضۃ الشہدا یا منتخب ہی سے
نقل کیا ہی جیسا کہ اُنکی طرف رجوع کرنے سے معلوم ہوسکتا ہی پس جن حضرات کی شہرت کا ماخذ بھی خود اُنکے
مؤلفات مین مذکور ہو باوجود اسکے اُنکی شہرت کا قصۂ مذکورہ کے ثبوت مین پیش کرنا کیا معنی رکھتا ہے
اور اگر کوئی صاحب اس مطلب کا انکار فرمائین تو وہ ازراہ مہربانی شیعیان عجم کی کسی ایسی کتاب کا نشان
دین جو ملا حسین کاشفی کے قبل تالیف ہوئی ہو اور مع ذلک قصۂ مذکورہ اُسمین مندرج ہو ہم اُن کی
اس عنایت کے بے حد ممنون ہونگے بظاہر اس قصہ کا احادیث شیعہ مین وجود نہین ہی جو کچھ اسکی اصل بے
سروپا معلوم ہوتی ہی وہ عامہ کے بعض عوام کی روایت مستنکرہ ہی چنانچہ اکلیل المصائب وغیرہ کتب مین
اس مطلب کی تصریح بھی موجود ہی اس تقدیر پر قصۂ مذکورہ کے مشہور بین شیعۃ العجم ہونیکا دعوی کس قدر
غریب قرار پاتا ہی بلکہ اس تقدیر پر اگر ماقبل زمان ملا حسین کاشفی کے کسی شیعہ کی کوئی ایسی تالیف
بہم بھی پہونچی جو اس قصہ کو متضمن ہو تب بھی شہرت اصطلاحیہ کے بین شیعۃ العجم او غیرہم متحقق ہونے کا
دعوی کسی طرح درست نہین ہوسکتا کیونکہ اس قصہ کو ایک شیعہ نے بھی روایت نہین کیا حالانکہ مشہور سے

اکثر اور جمہور کا روایت کرنا مراد ہوتا ہی جو مقابل شاذ ہی سے ہین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ھذا واللہ تعالی ھو العالم چوتھا شبہہ جناب مفتی سید محمد عباس صاحب قبلہ مرحوم اعلی اللہ مقامہ نے جو سر آمد علماے اعلام ہین مثنوی بیت الحزن مین فرمایا ہی سے

علی اکبرم بر دل سنان خورد
چہا بر تازہ داماد م نرفتہ است

زجور پیر گردون نوجوان مرد
وداع قاسم از یادم نرفتہ است

جس سے جناب قاسم کی دامادی کے قصہ کا صحیح ہونا ثابت ہوتا ہی اور اس شبہہ کا جواب یہ ہی کہ جناب مفتی صاحب قبلہ مرحوم اعلی اللہ مقامہ کے شعر سے عقد جناب قاسم کے ثبوت پر استدلال کرنا درست نہین ہی اسلیے کہ شعر مذکور مین بظاہر دو امر بطور استقلال مذکور ہوے ہین اول تازہ داماد کے مصائب و آلام دوم جناب قاسم کی وداع محنت انجام اور اس مین تازہ داماد سے خصوص جناب قاسم کے مراد ہونے کی تصریح نہین ہی اور اسی طرح لفظ تازہ داماد سے خصوص جناب قاسم کا مراد لینا بے وجہ ہی اسلیے کہ لفظ تازہ داماد عام ہی جسکو خصوص جناب قاسم کے مراد ہونے پر من جملہ اقسام دلالت کسی قسم کی دلالت نہین ہی ضرورۃ عدم دلالۃ العام علی الخاص بوجہ بہرحال تازہ داماد سے خصوص جناب قاسم کا ارادہ کرنا بالکل بے سند اور از قبیل مصادرہ علی المطلوب ہی پس حسب قواعد مقررہ ہم کو لفظ تازہ داماد کے مصداق کی تعیین مین ادلہ خارجیہ کی طرف رجوع کرنا متعین ہوگا اور محض تشہی نفس سے اسکے مصداق کا معین کر لینا درست نہ ہوگا پس واضح ہو کہ امور خارجیہ پر نظر کرنے سے لفظ تازہ داماد کے مصداق مین دو احتمال پیدا ہوتے ہین اول لفظ تازہ داماد سے جناب قاسم کا مراد ہونا اس احتمال کا شاہد فقط عبارت روضۃ الشہدا ہی جیسا کہ جناب علیین مکان طاب ثراہ کے کلام سے بھی مستفاد ہوتا ہی لکن چونکہ اعلام سابقین اور متقدمین لاحقین کے نصوص و تصریحات سے جناب قاسم کی دامادی کے قصہ کا التزاما یا مطابقۃ بے اصل و موہون ہونا ثابت ہو چکا ہی لہذا جناب مفتی صاحب قبلہ مرحوم اعلی اللہ مقامہ کے شعر مین تازہ داماد سے جناب قاسم کا مراد لینا درست نہ ہوگا اسلیے کہ کلمات اعلام کا حتی الامکان محمل صحیح پر محمول کرنا سزاوار ہی پس جو بزرگ کہ اس احتمال کی صحت پر اصرار رکھتے ہون وہ اول جناب قاسم

کی دامادی کے قصہ کو ثابت کرین ددد نہ حزط القتاد **علاوہ برین** ظاہر شعر سے تازہ داماد اور جناب قاسم کا متغائر ہونا مستفاد ہوتا ہی اور دعوی اتحاد خلاف ظاہر ہی جسکی طرف بدون وجہ وجیہ رجوع کرنا درست نہین ہو سکتا **دوم** لفظ تازہ داماد سے جناب عبداللہ بن حسنؑ کا مراد ہونا جسکی وجہ یہ ہی کہ جناب عبداللہ بن الحسن کا عقد حضرت سکینہ سے قبل ز واقعہ کربلا ہوا تھا اور ہنوز رخصت کی نوبت نہ آئی تھی کہ واقعۂ کربلا درپیش ہوا اور حضرت عبداللہ بن حسنؑ شہید ہو گئے جیسا کہ علامہ طبرسی علیہ الرحمہ نے کتاب اعلام الوری مین تصریح تحریر فرمایا ہی اور جسکی تائید قول ابو الفرج اصفہانی اور فاضل صبان مصری وشیخ حسن حمزاوی وغیرہم سے ظاہر ہی **لہذا** جناب مفتی صاحب مرحوم طاب ثراہ کے شعر مین تازہ داماد سے جناب عبداللہ بن حسن کا ارادہ کرنا سزاوار بلکہ معین ہی اذلا ثالث لہما اس احتمال کی بناپر ظاہر شعر کی بھی مخالفت لازم نہ آئیگی اور اس تقدیر پر شعر مذکور کے مصرع اول مین جناب عبداللہ بن حسنؑ کے مصائب کا اور مصرع دوم مین جناب قاسم کے مصائب کا تذکرہ ہوگا جو بظاہر بالکل بے اشکال معلوم ہوتا ہی **علاوہ برین** اگر تازہ داماد سے جناب قاسم کا ارادہ کیا جائیگا تو دونون مصرعون مین ایک ہی معنی کی تکرار لازم آئیگی جو از قبیل تاکید ہوگی **اور** اگر تازہ داماد سے جناب عبداللہ بن حسنؑ کا ارادہ کیا جاے گا تو دو معنون کا مرقوم ہونا لازم آئیگا جو از قبیل تاسیس ہوگا اور تاسیس کا تاکید پر راجح ہونا معلوم ہی اور اگر شعر مذکور مین تازہ داماد سے خصوص جناب قاسم کے مراد ہونیکا معین ہونا فرض کیا جائے تب بھی اُسکے ساتھ قصۂ مذکورہ کے ثبوت پر استدلال کرنا درست نہ ہوگا اسلیے کہ شعر مذکور مین تازہ داماد سے جناب قاسم کے مراد ہونے اور جناب قاسم کے فی نفس الامر تازہ داماد ہونے مین کوئی تلازم نہین ہی ضرورة ان الاول اعم من الثانی اور استدلال مذکور فقط بر تقدیر تلازم تمام ہوتا ہی نہ مطلقاً حالانکہ اگر تلازم مذکور کے قائل ہون تو درجہ حکایت کا درجہ محکی عنہ کے ساتھ متحد ہونا اور وجود ذہنی کا عین وجود نفس الامری ہونا لازم آئیگا والتالی بکلا شقیہ باطل فکذا المقدم **بہر کیف** جبکہ حضرت قاسم علیہ السلام کی عروسی کے قصہ کا ادلۂ قویہ سے بے اصل ہونا ثابت ہی تو اُن کے مقابلہ مین اس قصہ کا بتمامہا نقل کر دینا یا بقضہا و قضیضہا نظم کر دینا ہی اُسکے ثبوت کو مستلزم نہین ہو سکتا چہ جائے کہ اُسکے متعلق

اس اجمال سے کوئی مصراع نظم کیا جائے واللہ الہادی **پانچوان شبہہ** کتاب نہر المصائب مین عقد
قاسم بن حسن کی روایت کو مجالس مفجعہ اور منتخب اور بحر المصائب سے نقل کیا ہی اور کتاب نہر المصائب
پر جناب مولانا سید ابو الحسن صاحب قبلہ معروف بہ جناب ابو صاحب اعلی اللہ مقامہ نے اپنی
تقریظ مین تحریر فرمایا ہے کہ اس کتاب کو مرزا قاسم علی صاحب نے کتاب بحر المصائب سے منتخب
کیا ہے جس کی آیۃ اللہ العظمی سید العلما جناب میرن صاحب اعلی اللہ مقامہ نے توثیق
فرمائی ہے اور جا بجا روایات کتب معتبرہ اُس مین اضافہ کیے ہین اور اس سے روایت عقد کا جناب
مرحوم کے نزدیک صحیح ہونا ثابت ہوتا ہی **اور** اس شبہہ کا جواب یہ ہی کہ جناب مرحوم اعلی اللہ مقامہ کی عبارت
شریفہ سے عقد جناب قاسمؑ کے ثبوت پر استدلال کرنا بظاہر بالکل بے وجہ ہی اسلیے کہ جناب مرحوم طاب
ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ نے اس مطلب کو نہر المصائب کی جلد اول پر تحریر فرمایا ہی جس مین جناب قاسمؑ کی
دامادی کا قصہ اصلا مذکور نہین ہی اور وہ جلد بانفرادہ ماہ اگست ۱۸۸۷ء مطابق ماہ ذیقعدہ ۱۳۰۴ھ
مین طبع ہو کر شایع ہو چکی ہی جسکا حال جلد مذکور کی طرف رجوع کرنے سے معلوم ہو سکتا ہی **البتہ** قصۂ
مذکورہ کا نہر المصائب کی جلد دوم مین تذکرہ ہوا ہی جو بانفرادہ مطبوع ہو چکی ہی لکن اُسپر جناب مرحوم کی
کوئی تقریظ یا عبارت مرقوم نہین ہی **حقیقت امر** یہ ہی کہ ابتدا مین نہر المصائب کی ہر ایک جلد علیحدہ
علیحدہ مطبوع ہوئی تھی اور اُسکی جلد اول پر جناب مرحوم کی عبارت شریفہ بھی مرقوم تھی جس مین قصۂ مذکورہ
سے اصلا تعرض نہین ہی **تقریبًا** پانچ سال کے بعد ۱۸۹۲ء مین کتاب مذکور کی مجموع مجلدات ایک
جگہ طبع ہوئی اور اُس پر جناب مرحوم کی عبارت بھی طبع کی گئی جو فقط جلد اول سے متعلق ہے
پس مستدل صاحب نے اُس عبارت شریفہ کا مجموع کتاب سے متعلق ہونا ظاہر کیا اور عبارت مذکورہ
کے ساتھ قصۂ مذکورہ کے ثبوت پر استدلال کیا **لکن** مستدل صاحب کی یہ کارروائی اُن لوگون پر
پوشیدہ نہین رہ سکتی جو حقیقت حال پر مطلع ہین **سبحان اللہ** کتاب بھی موجود اُسکے مصنف جناب
مولوی مرزا قاسم علی صاحب دام شرفہم بھی موجود پھر ایسی کارروائی سے کیا نتیجہ پیدا ہو سکتا ہے
علاوہ برین جناب مرحوم نے اپنی عبارت شریفہ مین جلد مذکور کا بحر المصائب سے منتخب ہونا اور

بحر المصائب کا جناب علیین مکان طاب ثراہ کی توثیق کے ساتھ مزین ہونا تحریر فرمایا ہی پس چونکہ جناب علیین مکان طاب ثراہ نے فقط بحر المصائب کی جلد اول کی توثیق فرمائی ہو لہذا جناب مرحوم کی یہ عبارت نہر المصائب کی اُسی جلد سے متعلق ہوگی جو بحر المصائب کی جلد اول سے ماخوذ ہو بنائً علیہ چونکہ بحر المصائب کی جلد اول میں قصۂ مذکورہ موجود نہیں ہی لہذا جناب مرحوم کی عبارت سے قصۂ مذکورہ کے ثبوت پر استدلال کرنا کسی طرح درست نہ ہوگا علاوہ برین جناب مرحوم نے کتاب نہر المصائب کا بحر المصائب سے منتخب ہونا اور بحر المصائب کا بتوثیق جناب علیین مکان مزین ہونا بیان فرمایا ہی اور خود جناب مرحوم نے اُسکی توثیق نہین فرمائی ہو لہذا اگر نہر المصائب کی جلد اول میں قصۂ دامادی مذکور بھی ہوتا تب بھی جناب مرحوم کی عبارت سے اُسکے ثبوت پر استدلال کرنا بے وجہ ہوتا علاوہ برین عبارت تقریظ سے خود جناب مرحوم کا مجموع کتاب کو ملاحظہ فرمانا مفہوم نہین ہوتا اس تقدیر پر جناب مرحوم سے کتاب مذکور کے جملہ مطالب کی ذمہ داری متعلق نہین ہو سکتی پس جناب مرحوم کی تقریظ کے ساتھ قصۂ مذکورہ کے ثبوت پر استدلال کرنا بہرحال بے معنی ہی تنبیہ لطیف نہر المصائب کی جلد اول پر جناب مرحوم کے علاوہ جناب مولانا سید محمد ابراہیم صاحب قبلہ مرحوم اور جناب مولانا سید علی محمد صاحب قبلہ مرحوم اور جناب مولانا سید مصطفی معروف بہ جناب میر آغا صاحب قبلہ مرحوم اعلی اللہ مقامہم کی تقریظات شریفہ بھی موجود ہین جن مین کتاب مذکور کے معتبر ہونے کی تصریح موجود ہی پس معلوم نہین کہ مستدل صاحب نے باوجود اسکے قصۂ دامادی کے ثبوت پر ان حضرات کی تقریظات شریفہ کے ساتھ کیون نہین استدلال کیا اور اس شرف کے ساتھ فقط جناب مرحوم اعلی اللہ مقامہ کو کیون مخصوص فرمایا حالانکہ مستدل صاحب کے لیے ان حضرات کی تقریظات کے ساتھ استدلال کرنا بوجوہ عدیدہ زیادہ مناسب تھا لاموما اجداع قصبہ انفہ فاجل جبیلا واللہ الہادی **چھٹا شبہہ بنیاد عقد حضرت قاسمؑ کے۔** لیے منجملہ ادلۂ دیگر ایک حجلۂ عروسی قاسمؑ ہی کہ جسکی بنیاد روز عاشور سے کربلائے معلی مین خیمہ گاہ کے متصل اس وقت تک موجود و قائم ہی اور سب زائرین حضرت سید الشہداؑ اُس حجلہ کی زیارت سے مشرف ہوا کرتے ہین اگر یہ حجلۂ شریفہ بے بنیاد محض ہوتا تو ضرور علمائے عراق تعرض فرما کر منہدم کرا دیتے پس اس کا قائم رکھنا بھی

ثبوت عقد کے لیے کافی ہی اور اس شبہ کا جواب یہ ہی کہ وہ حجرہ خیمہ گاہ جسکو عوام الناس حجلۂ قاسم کہتے ہین
ہرگز قدیم التعمیر نہین ہی اور اُسکی بنیاد کا روز عاشورسنہ کربلاے معلی مین ہونا کسی طرح مقبول نہین ہوسکتا
اسلیے کہ متتبع کتب معتبرۂ احادیث و اخبار و تواریخ و سیر پر واضح ہے کہ کربلاے معلی مین زمان شہادت جناب
سید الشہدا علیہ السلام سے عہد سلاطین دیالمہ تک قبور مقدسہ کے لیے کوئی بناے وسیع مثل صحن وغیرہ کے
نہ تھی اور تعمیر روضۂ مطہرہ کی ابتدا عہد دیالمہ سے ہوئی چنانچہ علامہ نور اللہ تستری نور اللہ مرقدہ کی کتاب
مجالس المومنین سے ظاہر ہوتا ہی کہ حسن بن فضل بن سہلان رامہرمزی وزیر سلطان الدولہ جسکی وفات سنہ چارسو
دس مین ہوئی ہی اول وہ شخص ہی جسنے بناے سور حائر مبارک قائم کی ہی اور جبکہ عمارت روضۂ مطہرہ کی ابتدا
اس زمانہ سے ہوئی تو اینۂ موجودہ خیمہ گاہ کا اُسوقت سے متاخر ہونا اظہر من الشمس ہی اور چونکہ زمان بنا و
نیز بانی اس حجرہ کا معلوم نہین لہٰذا اُسکے فعل سے احتجاج کرنا درست نہین ہی **علاوہ برین** روز عاشورا کے
حالات و واقعات ہرگز مساعد اسکے نہین ہین کہ برفرض وقوع عقد اُسکے لیے کوئی حجلہ درست کیا گیا ہو **بالجملہ**
حجرۂ مذکورہ کو حجلۂ قاسم سمجھنا زعم بعض خدام و عوام ہی نہ عقیدۂ علماے اعلام **اور** حجرۂ مذکورہ مین علماے اعلام
یا اہل بصیرت کا بغرض زیارت حجلۂ قاسم جانا کسی طرح ثابت نہین **بلکہ** بعض ثقات فضلاے عراق نے فرمایا
ہی کہ وہان صرف زنان اعراب بادیہ نشین جایا کرتی ہین **اور** علماے عراق کا اُسکو منہدم نہ کرانا کسی طرح ثبوت
عقد کی دلیل نہین ہوسکتا خصوصاً جبکہ شرائط امر بالمعروف و نہی عن المنکر متحقق نہ ہون **اور** حجرۂ مذکورہ کے
لیے نظائر بھی بکثرت موجود ہین چنانچہ کوفہ مین حسنین علیہما السلام کے لیے ایک مکتب خانہ بیان کیا جاتا ہی حالانکہ
اس خیال کا باطل ہونا محتاج بیان نہین **اسلیے** کہ حسنین علیہما السلام کا اُس مقام پر ایام طفولیت مین قیام کرنا
ہرگز ثابت نہین ہی بلکہ خلاف اسکے ثابت ہی **البتہ** دونون بزرگوارون کا ماہ رجب ۳۶ھ مین ہمراہی جناب
امیر المومنین ع تشریف لیجانا معلوم ہی **لیکن** اس زمانہ مین دونون بزرگوارون کا سن شریف تیس سال سے متجاوز
تھا **مع ذلک** کسی معصوم کا کسی مکتب خانہ مین تعلیم پانا معقول نہین ہی پس حسنین ع کا وہان جا کر تیس سال
کے سن مین تعلیم پانا کیونکر معقول ہوگا **علاوہ برین** بہت سے مقامات ایران و ہندوستان مین بھی مشہور ہین
جنکی بظاہر کوئی اصلیت نہین ہی **علاوہ برین** بعض کتب مین عمارات روضۂ مقدسہ کا فرقۂ وہابیہ کی تعدی سے

سنہ ۱۲۱۶ھ مین خراب و مسمار ہوجانا اور اُسی زمانہ مین مجموع عمارات کا از سر نو قائم ہونا مذکور ہوا ہی جسکی بنا پر
حجرۂ مذکورہ کا تیرھوین صدی ہین قائم ہونا معین ہوتا ہی اس صورت مین حجرۂ مذکورہ کا قدیم التعمیر ہونا کیونکر
قابل تسلیم ہوسکتا ہی **بہر حال** جو بزرگوار اس حجرۂ موجودہ کے قدیم ہونے کا دعوی کرین وہ اس مطلب پر
کوئی شاہد ہین پیش کرین دانی لہم ذلک واللہ یعلم **فصل دوم** اس مین بعض اعلام کے افادات عالیہ کا تذکرہ
کیا جاتا ہی **پس** واضح ہو کہ بعض اعلام نے قصۂ مذکورہ پر کئی وجہون کے ساتھ اشکال کیا ہی اور اُنکا جواب
دیا ہی **لہذا** اُن وجوہ کا مع جواب نقل کرنا اور بر وجہ اجمال تعرض کرنا مناسب معلوم ہوتا ہی **پہلا اشکال** یہ
مضمون منصوص نہین ہی پس اُسپر اعتماد کرنا کیونکر درست ہوگا **اور** اس اشکال کا جواب یہ ہی کہ کربلا کے اکثر
حالات ایسے ہین جو بطریق اہل بیت علیہم السلام منصوص نہین ہین **بلکہ** وہ حمید بن مسلم وغیرہ کی طرف مستند
ہین حالانکہ علماے اعلام نے اُن حالات کو خلفاً عن سلف اپنے کتب مین مدوّن کیا ہی اور اُن حالات مین
عامہ کی تواریخ و سیر پر اعتماد کیا ہی لہذا اس واقعہ پر بھی اعتماد کرنا صحیح ہوگا **اسلیے** کہ یہ واقعہ بھی روضۃ الشہدا
وغیرہ مین منقول ہی جو فن تاریخ کی معتبر کتاب ہی اور اس قصہ کے وضع کرلینے پر بظاہر کوئی مذہبی امر داعی نہین ہی
پس ایسی صورت مین بعض معتمدین اہل سیر کا اُسکو ذکر کرنا ظن بالوقوع کو مفید ہوگا **اقول** اگر اشکال مذکور
مین اس مضمون کے منصوص نہ ہونے سے اُسکا مطلقاً اور کسی کتاب مین منصوص نہ ہونا مراد ہی تو درست نہین ہی
کیونکہ روضۃ الشہدا وغیرہ نے اُسکے منقول ہونے پر نص کی ہی لہذا اشکال مذکور از اصل ساقط ہی **اور** اگر
اُسکا کتب معتمدہ و موثوق بہا مین منصوص نہونا مراد ہی تو اشکال درست ہی **لیکن** عبارت اشکال اس مطلب کے
ادا مین قاصر ہی اور اگر اُسکا بطریق اہل بیت اطہار علیہم السلام ما اختلفت اللیل والنہار منصوص نہ ہونا مراد ہی تو
یہ مطلب اگرچہ فی نفسہ درست ہی لیکن مستشکل کے لیے مفید نہین اسلیے کہ کسی مطلب کے بطریق اہل بیت علیہم السلام
منصوص نہ ہونے کو اُسکا فاسد ہونا لازم نہین ہی جس طرح کہ کسی مطلب کے بطریق اہل بیت علیہم السلام منصوص
ہونے کو اُسکا صحیح ہونا لازم نہین ہی کیونکہ راوی کے خطا کرنے یا غفلت کرنے کا احتمال موجود ہی **البتہ** کسی
مطلب کا اہل بیت علیہم السلام سے بدون واسطہ منصوص ہونا اُسکے صحیح ہونے کو مستلزم ہی جو اس مقام پر
محل کلام نہین **بناءً علیہ** صورت اشکال یہ ہی اس مضمون کا اکثر کتب معتمدہ مین مذکور نہ ہونا اور جمہور اعلام کی تصریحات

ونصوص کے مخالف ہونا اور اسی بنا پر اُسکے قابل اعتماد نہ ہونیکا بیان کرنا سزاوار ہو اُدیم برسر جواب پس اگرچہ
ثبوت واقعات کے لیے اُنکا بالخصوص بطریق اہل خصوص مبین ومنصوص ہونا ضرور نہین ہو اور اُنکے ثبوت مین
کتب تواریخ پر فی الجملہ بنا کرنا استماد درست ہو لیکن کتب تواریخ کے اُسی مضمون پر اعتماد کرنا درست ہو جسکا بے اصل و
موضوع ہونا کسی دلیل خارجی یا امارت خارجیہ سے مقطوع یا مظنون نہ ہوا ور یہ واقعہ چونکہ جمہور اعلام کے نصوص و
تصریحات کے مخالف ہو جن سے اس واقعہ کا باطل ہونا مقطوع یا لااقل مظنون بظن متاخم للعلم ہو لہذا اُسپر اعتماد
کرنا درست نہ ہوگا کیونکہ اگر نصوص جمہور کے بطلان کا حکم کیا جائے تو لااقل نقض لامتن لاقوی بالادھی لادھی
لازم آئیگا اور اس قصہ کے وضع واختلاق پر واضع کے لیے کسی داعی کا متحقق ہونا محال نہین ہو اسلیے کہ دواعی
وضع کا حصر دشوار ہو اور اس قسم کے واقعات مختلفہ بھی بکثرت موجود ہین جن مین وضع و توفیق نہین ہو سکتی اور
باوجود اسکے وضع واختلاق پر کوئی داعی معلوم نہین ہوتا مع ذلک وضع واختلاق کا احتمال اُسیوقت برطرف
ہوتا ہو جبکہ اسکو کسی قصہ گو نے تنشیط خواطر احباب کے لیے وضع نہ کیا ہو والا کسی داعی مذہبی کا تفحص کرنا
ضرور نہین ہو اور الف لیلہ ولیلہ اور کلیلہ ودمنہ وغیرہ اس مطلب کے لیے نظائر جلیہ موجود ہین پس اگر ان کتب
کی وضع کے لیے کوئی داعی صحیح مفروض ہو سکتا ہو تو اُسی قسم کا داعی اس مقام پر بھی فرض کر سکتے ہین اور
روضۃ الشہدا کے تاریخ معتمد ہونے سے اگر اُسکے مؤلف کا غیر متعمد الکذب ہونا مراد ہو تو ہم کو اسکے تسلیم کر لینے
مین کوئی عذر نہین ہو اور اگر اُسکے مطالب یا کتب منقول عنہا کا موثوق بہا ہونا مراد ہو تو اُسکے تسلیم کرنے سے
صدہا عذر ہین پس قدر متیقن یہ ہو کہ صاحب روضۃ الشہدا نے کسی مطلب کو از خود وضع نہین کیا اور ہر ایک
مطلب کو اُسکے ماخذ سے نقل کیا ہو لیکن کتب منقول عنہا کے قابل اعتماد او مطالب منقولہ کے خالی از سقم و فساد ہونے
یا نہ ہونے پر اُنھون نے نظر نہین کی بلکہ ہر رطب و یابس کو بدون امعان نظر اپنی کتاب مین نقل کر دیا ہو جیسا کہ
اُنکی کتاب کے تفحص کرنے سے معلوم ہوتا ہو اس تقدیر پر اصل مطلب کے سقم و فساد کا ملاحظہ کرنا ناظر سے متعلق
رہیگا مسلما کہ صاحب روضۃ الشہدا نے اپنی کتاب مین فقط اُن مطالب کو نقل کیا ہو جو اُنکی نظر مین قابل اعتماد تھے
لیکن اُن مطالب کا فی نفسہا قابل اعتماد ہونا اُسی وقت ثابت ہو سکتا ہو جبکہ اُنکے لیے غلطی اور خطا کے واقع ہونے
سے محفوظ رہنے کا پروانہ دستیاب ہو گیا ہو جو حضرت مستدل کے نزدیک بھی قابل تسلیم نہ ہوگا فضلا عن غیرہ

اور سوغ معتمد کے قول کا مفید ظن بالوقوع ہونا فقط فقدان معارض کی صورت مین مسلم ہوسکتا ہی ولا فقد
یکون مقطوع الکذب کما فیما نحن فیہ انتہی **دوسرا اشکال** روز عاشورا روز تشویش و اضطراب تھا جس مین
عقد نکاح کا واقع ہونا بغایت مستبعد ہی اور سلطان العلما مولانا سید محمد صاحب رضوان مآب طاب ثراہ سے بھی
منقول ہوا ہی کہ اس عقد کا قصہ کسی حدیث سے ثابت نہین ہوتا اور روز عاشورا روز اندوہ وغم تھا روز فرحت و
سرور نہ تھا جس مین اس قسم کے تقریبات تجویز کیے جائین **اور** اس اشکال کا جواب کئی وجہ پر ہوسکتا ہی **اول**
یہ کہ محض استبعاد سے روایت کا دفع کرنا درست نہین ہی **چنانچہ** جناب سید العلما مولانا سید حسین صاحب علیین مکان
رحمہ اللہ تعالی نے مجالس مفجعہ مین تحریر فرمایا ہی ومجرد الاستبعاد لا یدفع بہ الروایۃ والمسامحۃ فی ادلۃ السنن
یقتضی عدم الاعراض عن مثلہا اہ **اقول** یہ جواب خالی از اشکال نہین ہی اسلیے کہ مجرد استبعاد سے اوس روایت
کا دفع کرنا درست نہین ہی جو موثوق الصدور ہو یا اوسکی حجیت کسی دلیل یا امارت معتبرہ سے ثابت ہو یا اوسکے
لیے کوئی معارض قوی موجود نہ ہو والا اوسکا دفع کرنا اوسوقت بھی درست ہی جبکہ اوسکا مضمون مستبعد الوقوع نہو
پس صورت استبعاد مین اوسکا دفع کرنا بدرجۂ اولی درست ہوگا اور باعتبار اصل اوسکے عدم وقوع کا حکم
کیا جائیگا **اور** خصوص ما نحن فیہ مین استبعاد عقلی کے علاوہ باقی قوادح بھی بروجہ اتم متحقق ہین پس اسکا دفع کرنا
بہرحال متعین ہوگا **اور** جناب علیین مکان کی عبارت سے قبل ازین تعرض ہوچکا ہی لہذا اعادہ کی حاجت نہین ہی
جس مین اس روایت کا خود جناب علیین مکان کے نزدیک بھی غیر موثوق الصدور ہونا بیان کیا گیا ہی **اس**
تقدیر پر اونکے مختار اور جناب رضوان مآب کے جواب منقول مین بھی جمع ہوسکتی ہی **اور** اگر روایت مذکورہ کا جناب
علیین مکان کے نزدیک موثوقۃ الصدور ہونا تسلیم کیا جائے تو اونکے مختار اور جناب رضوان مآب طاب ثراہ
کے جواب مین منافات لازم آئیگی **پس** اگر ان دونو مین تساوی کے قائل ہون تو حکم اذا تعارضا تساقطا دونون کا
ساقط کرنا معین ہوگا لئلا یلزم الترجیح من غیر مرجح اور اصالت عدم وقوع بدون معارض باقی رہیگی اور
اگر تساوی کے قائل نہ ہون تو ترجیح دینے کی حاجت ہوگی اور چونکہ جناب رضوان مآب علیہ الرحمہ کا جواب
اصالت عدم اور افادات علماے اعلام اور تصریحات مورخین اور نصوص ارباب سیرت کے ساتھ موید ہی لہذا اوسکا
ترجیح دینا معین ہوگا **اس** تقدیر پر روایت مذکورہ بدون مونت مندفع ہوجائیگی اور اگر مویدات مذکورہ سے

قطع نظر کی جائے تب بھی سلطان العلماء کے قول کا مقدم ہونا بے وجہ نہین ہی اسلیے کہ اگرچہ ان دونون بزرگوارون کا اپنے مقام پر غایت جلالت قدر اور نہایت فخامت امر اور جامعیت کمالات نوع انسانی اور محرمیت اسرار احادیث و آیات قرآنی کے ساتھ متصف ہونا اظہر من الشمس و ابین من الامس ہی لیکن شاید کہ جناب ممدوح مآب کا دقت نظر اور جودت فکر اور مزید تبحر فی فن التواریخ والسیر اور وسعت باع اور غزارت اطلاع کے اعتبار سے ممتاز ہونا قابل انکار نہ ہو **دوم** یہ کہ عرصۂ کربلا مین اس سانحہ کی طرح بعض سوانح اور بھی ایسے واقع ہوے ہین جو بحسب ظاہر استبعاد عقلی رکھتے ہین جیسے جناب سید الشہدا کا حضرت علی اصغر کو خیمہ سے طلب کر کے اعدا کے سامنے ہاتھون پر بلند کرنا اور اونکے لیے پانی کا طلب کرنا حالانکہ خیمہ مین ہمراہی نسوان اونکے قتل سے محفوظ رہجانیکا احتمال بھی موجود تھا پس جس طرح کہ حضرت علی اصغر کو کسی مصلحت خفیہ کی وجہ سے صف اعدا کے سامنے بلند کر دیا تھا اسی طرح ہو سکتا ہی کہ کسی مصلحت کی وجہ سے جناب قاسم کا عقد بھی کر دیا ہو

[illegible]

[illegible]

[illegible]

پس اگر حضرت علی اصغر کے سانحہ مین یہ مصلحت فرض کی جائے کہ طفل صغیر کا قتل کر ڈالنا معہود نہین ہی شاید یہ شقیا اس صغیر پر رحم کرین **اسی طرح** مانحن فیہ مین بھی یہی مصلحت مفروض ہو سکتی ہی اسلیے کہ نوشاہ کا قتل کر ڈالنا بھی معہود نہین ہی شاید یہ اعدا اس نوشاہ پر رحم کرین **اقول** یہ جواب بھی کئی وجہ سے مخدوش ہی **پہلی وجہ** یہ کہ واقعۂ کربلا مین کسی ایسے امر کا جناب سید الشہدا روحی لہ الفدا سے سرزد ہونا ثابت نہین ہوا جو عقل کے نزدیک مستبعد ہو بلکہ عقل کے نزدیک حضرت کے جملہ افعال اُس معرکۂ جدال و قتال مین بھی اپنے محل و موقع پر سرزد ہوے ہین جنکے مثل کو کسی دوسرے شخص سے وقت کارزار اور ہنگامۂ گیرودار مین عقل تجویز نہین کرتی **مع ذلک** اگر حضرت کے طفل صغیر کا سانحہ عند العقل مستبعد فرض کیا جائے تو اس مقام پر مجرد استبعاد کی وجہ سے اُس سانحہ کا انکار درست نہین ہو سکتا اسلیے کہ سانحۂ مذکورہ کا بتصریحات جمہور مورخین و ارباب مقاتل واقع ہونا مقطوع بہ ہی لہذا امر قطعی کا مجرد استبعاد سے ساقط کر دینا کیونکر درست ہو سکتا ہی بخلاف سانحۂ عقد کے کہ اُسکی روایت کا سقم و فساد معلوم ہو چکا ہی پس ایک کا دوسرے پر قیاس کرنا صحیح نہ ہوگا **دوسری وجہ** یہ کہ طفل صغیر کے سانحہ مین بظاہر کوئی استبعاد نہین ہی اسلیے کہ نسوان کے پاس باقی رکھنے کی صورت مین بوجہ تشنگی ہلاک ہو جانے کا اندیشہ بلکہ قطع تھا اور اعداء کے سامنے لیجانے مین دو احتمال تھے **اول** بوجہ عداوت اُن ملاعین بیدین کا اُسکو قتل کر ڈالنا **دوم** بوجہ صغر سنی اُسپر رحم کرنا پس ایسی صورت مین عقل کے نزدیک اُس طفل کا باحتمال ترحم صف اعداء کے سامنے لے آنا اقرب الی الصواب تھا اور خیمہ مین باقی رکھنا کسی طرح مصلحت نہ تھا اسلیے کہ اُس مین بوجہ تشنگی خوف ہلاکت معین تھا **تیسری** وجہ یہ کہ طفل مذکور کا صغیر السن ہونا امر محسوس اور بدیہی تھا اور اعدا کو قطعاً معلوم تھا جسکی وجہ سے احتمال ترحم قوی تھا بخلاف سانحۂ عقد کے کہ اُس پر اعدا کا مطلع ہونا ثابت نہین ہوا خصوصاً جبکہ اُسکے واقع کرنے مین محض ادائے وصیت ہی مطلوب تھی **چنانچہ** قصۂ منقولہ مین بھی عقد کا اندرون خیمہ واقع ہونا مذکور ہوا ہی جسپر اعداء کا مطلع ہونا نہایت مستبعد ہی **اور** خود جناب سید الشہدا یا کسی دوسرے شخص کا اعدا کو اس واقعہ پر مطلع کر دینا بھی معلوم نہین ہوتا ہان اگر جناب قاسم کا میدان جنگ مین کنگنا باندھے ہوے مانجھے کا جوڑہ پہنے ہوے منہدی لگائے ہوے اعدا کے سامنے جانا فرض کیا جائے تو اعدا کا سانحۂ عقد پر مطلع ہونا قابل انکار نہین ہو سکتا **چوتھی وجہ**

یہ کہ اعدا کا اُسپر مطلع ہونا فرض بھی کیا جائے تو طفل شیرخوار کی طرح نوشاہ من حیث ہو پر ترحم کرنیکا معہود ہونا ثابت نہین ہوتا اسلیے کہ نوشاہ پر ترحم کرنے مین صغرسنی کا دخیل ہونا بہرحال معلوم ہوتا ہی پس اگر کوئی شصت سالہ عقد کرلے تو لوگون کی نظر مین وہ بوجہ عقد واجب الرحم قرار نہ پائیگا **پانچوین وجہ** یہ کہ اگر نوشاہ پر احتمال نہ ہو جو ما نحن فیہ مین متحقق نہین ہی اسلیے کہ ایسے ہنگامہ کارزار مین عقد کا واقع کرنا مظنہ از قبیل احتمال تھا کیونکہ ایسے اوقات مین عقد عروسی کا واقع ہونا معہود نہین ہی جس سے اعداء کو یہ خیال ہو تا کہ حضرت نے عقد کے ذریعہ سے قاسم کے قتل سے محفوظ رکھنے کی فکر کی ہی لہذا انپر رحم کرنا سزاوار نہین ہے پس ایسی صورت مین اعداے دین سے ترحم کرنے کی توقع کہان ہوسکتی تھی **چھٹی وجہ** یہ کہ اگر نوشاہ پر مطلقا ترحم کرنیکا معہود ہونا فرض کیا جائے تب بھی خاص واقعہ کربلا مین اسکی توقع نہین ہوسکتی تھی اسلیے کہ اعداء کا جناب عبد اللہ بن حسن شوہر جناب سکینہ سلام اللہ علیہما اور وہب بن عبد اللہ کلبی نوشاہ پر رحم نہ کرنا اور اُنکو قتل کر ڈالنا معلوم ہوچکا تھا پس اس بیرحمی کے بعد اُنسے ترحم کی امید کہان ہوسکتی تھی واللہ تعالی ہو العالم **سوم** یہ کہ شاید حضرت سید الشہداؑ اس عقد کے واقع کرنے مین بوجہ وصیت حضرت امام حسن مجبور ہوگئے ہون اور وصیت کا واقع ہونا جامع فخری وغیرہ کے بعض فقرات سے مفہوم ہوتا ہی اور ممکن ہی کہ وصیت مین مصالح خفیہ ہون جیسے اس عقد کے تذکرہ کا تا قیامت باقی رہنا اور اہل خبرت کے لیے باعث عبرت ہونا **اقول** اس جواب مین بھی اشکال ہی اسلیے کہ اگرچہ روضۃ الشہدا اور جامع فخری مین جناب امام حسنؑ کا جناب امام حسینؑ اور جناب قاسمؑ دونون کے لیے وصیت کرنا منقول ہوا ہی لیکن اصل قصہ کیطرح وہ بھی قابل اعتقاد نہین ہی اسلیے کہ جمہور مؤرخین اور ارباب سیرت کے کلمات اس مطلب سے خالی ہین **مع ذلک** اگر جناب سید الشہداؑ کے لیے وصیت ہوتی تو تا واقعہ کربلا اُسکے انفاذ مین تاخیر کرنا درست نہ ہوتا اس لیے کہ امضاے وصیت مین تعجیل کرنا مطلوب ہی اور تا واقعہ کربلا اُسکے امضا سے حضرت سید الشہداؑ کے لیے کسی مانع کا موجود رہنا اگرچہ محتمل ہی لیکن بنہایت ضعیف و رکیک ہی اسلیے کہ محض صیغہ نکاح کے پڑھ دینے مین کوئی دقت نہین ہی بلکہ ہر وقت ممکن ہی پس باایں ہمہ سہولت اُسکے امضا مین تاخیر کرنا امام سے کیونکر ممکن تھا

خصوصًا اسقدر تاخیر کرنا جس سے غایات وصیت کا ابطال لازم آئے کسی طرح معقول نہین ہوتا اسلیے کہ ایسے وقت
مین وصیت عقد کی غایت نفس موت کے سوا کوئی امر متصور نہین ہو جسکی غایت وصیت نہ ہونے مین کسی شخص
کو بھی شبہہ نہین ہو سکتا پس باوجود اسکے حضرت کا امضاے وصیت مین اسقدر تاخیر کرنا کس طرح صحیح
ہو سکتا ہی **علاوہ برین** حضرت امام حسنؑ کے لیے بھی اس وصیت مین کوئی غرض صحیح معلوم نہین ہوتی
اسلیے کہ توالد و تناسل جو عمدۂ غایات عقد ہی اس مقام پر مقصود نہین ہو سکتا کیونکہ جناب قاسم کا قبل بلوغ
شہادت پانا بظاہر دونون بزرگوارون کو معلوم تھا پس ایسی وصیت کا امام سے سرزد ہونا کیونکر قابل
قبول ہو سکتا ہی **اسی طرح** حضرت امام حسنؑ کا جناب قاسمؑ کے لیے تعویذ کے وقت اندوہ و مصیبت کھولنے اور اسپر
عمل کرنے کی وصیت کرنا بھی نہایت مستبعد معلوم ہوتا ہی اسلیے کہ جناب امام حسنؑ کی حیات مین وہ قابل وصیت
نہ تھے کیونکہ اُنکا سن اُسوقت تقریبًا تین سال سے زائد کسی طرح قرار نہین پاتا اسلیے کہ واقعۂ کربلا مین
جناب قاسمؑ کا سن شریف بقولے یازدہ اور بقولے دوازدہ اور بقولے سیزدہ اور بقولے چہاردہ سال تھا اور
جناب امام حسنؑ کی شہادت ۲۸ صفر سنہ ۵۰ھ مین واقع ہوئی تھی **بناءً علیہ** حضرت امام حسنؑ کی حیات مین
جناب قاسم کا سن شریف بقولے دو ماہ اور بقولے ایک سال و دو ماہ اور بقولے دو سال و دو ماہ اور بقولے
تین سال اور دو ماہ قرار پاتا ہی **پس** امامؑ کا اُن سے باوجود اس صغر سنی کے وصیت کرنا اور اُنکا اُس کو
قبول کرنا اور روز عاشورا اُسکو یاد کرنا وغیرہ وغیرہ کیونکر قابل تسلیم ہو سکتا ہی **اور** جن لوگون نے کہ روز
عاشورا مین جناب قاسم کا سن شریف فقط نو سال بیان کیا ہی اُنکے قول کی بناپر جناب امام حسنؑ کی شہادت
کے وقت جناب قاسمؑ کا سن تقریبًا دس روز سے کچھ زائد قرار پا سکتا ہو جسکی بناپر اُن مین قابلیت وصیت
کا اُسوقت موجود نہ ہونا محتاج بیان نہین ہی حالانکہ جناب قاسمؑ کے کئی بھائی جو اُن سے باعتبار سن
بزرگ تھے موجود تھے **پس** اُنکی موجودگی مین جناب قاسمؑ سے باوجود اسقدر صغیر السن ہونے کے امامؑ
کا وصیت کرنا بغایت مستبعد ہی اور صاحب روضۃ الشہدا نے بھی جناب امام حسنؑ کے احوال مین جناب

له [illegible]

قاسم سے وصیت کرنے کو نقل نہین کیا اور رفقط حضرت امام حسینؑ سے وصیت کرنے کو نقل کیا ہی جو وصیت جناب
قاسم کے بے اصل ہونے کی امارت ہوسکتی ہی اور بعض مصالح کا برتقدیر وقوع قضیہ بیان کر دینا اصل قضیہ کے
ثبوت مین کافی نہین ہوسکتا بلکہ بغحواے قول مشہور ثبت الجدار ثم انقش اول اصل قضیہ کو کسی دلیل سے
ثابت کرنا چاہیے بعد ازان اُسکے لیے کچھ مصالح بیان کرنے چاہئین چہارم یہ کہ جناب قاسم بوجہ صغر سن
واجب الجہاد نہ تھے اور جناب امام حسینؑ اُنسے کمال محبت رکھتے تھے اور حضرت کو اُنکے بچانے مین اہتمام بلیغ تھا
اسی وجہ سے اُنکا عقد کر دیا ہو تاکہ اُنکا زوجہ سے مانوس ہو جانا اور زوجہ کا مقاتلہ و محاربہ سے مانع ہونا اُنکو
جہاد سے باز رکھے اور اُنکے قتل سے محفوظ رہنے کا سبب ہو پنجم یہ کہ شاید حضرت نے اس عقد کو جناب قاسم
اور اُنکی زوجہ کے مدارج اخروی مضاعف کرنے کی غرض سے واقع کیا ہو اسلیے کہ تنہا جہاد کرنے سے مفارقت
اور جہاد کا اجر بہر حال بمدارج عظیم ہی بلکہ تضاعف مصیبت کی وجہ سے حضرت امام حسینؑ کا اجر بھی متضاعف
ہوا ہو گا ششم یہ کہ نکاح فی نفسہ مطلوب ہی لہذا ہوسکتا ہی کہ حضرت نے اس عقد کو اُسکے رجحان ذاتی
کی وجہ سے واقع کر دیا ہو **اقول** یہ تینون جواب بھی بغایت ضعیف ہین اور ہر گز رفع استبعاد مین کافی
نہین ہین اسلیے کہ ایسے اغراض سے عقد کے بجا لانے کو بھی فراغ بال کی ضرورت ہی اور روز تشویش و اضطراب
مین اغراض مذکورہ سے عقد کا واقع کرنا بغایت مستبعد ہی **معذلک** ایسے احتمالات کے بیان کر دینے سے
اصل عقد کا واقع ہونا کسی طرح ثابت نہین ہوسکتا **البتہ** ثبوت عقد کے بعد ان احتمالات کا کوئی مانع نہین ہی
اور ایسے احتمالات کا جناب قاسم کے بھائی جناب عبد اللہ اصغر اور جناب عبد اللہ بن حسینؑ کے باب مین
جاری ہونا بلکہ جملہ شہدا کے باب مین جاری ہونا واضح ہی پس لازم آتا ہی کہ سائر شہدا کے عقد کو بھی تجویز کرین
ہفتم یہ کہ حضرت نے اس عقد کو بقاے نسل کی امید پر واقع کیا ہو اسلیے کہ بحسب ظاہر کسی مرد ہاشمی کی
کے آثار نہ تھے پس حضرت کو منظور ہوا ہو کہ جناب امام حسنؑ کی نسل سے روے زمین خالی نہ رہے اسی
کے لیے عقد کرنے سے اصل مقصود کثرت نسل ہوتی ہی اور ایسا عقد حالت رنج و غم کے منافی نہین ہوتا اور
اس وجہ کو حضرت قاسم کا سن شریف مساعد نہین ہی لیکن اگر لم یبلغ الحلم مبالغہ پر محمول کیا جاے اور
عنفوان شباب اور قرب زمان صبا مراد لیا جاے تو اس وجہ کے جاری ہونے کا بھی کوئی مانع نہین

اقول یہ جواب بھی خالی از مناقشہ نہین ہی اسلیے کہ مورد سنے اس مقام پر اصل عقد مین مطلقاً استبعاد کیا ہی
اور اپنے اشکال کو کسی صورت خاص یا غرض خاص کے ساتھ مخصوص نہین کیا اور اُسکی مراد کا خلاصہ یہ ہی
کہ ایسے ہنگامۂ شور و شغب مین حضرت کا اس عقد کو بہر تقدیر اور بہر صورت واقع کرنا مستبعد ہی **پس** جبکہ
مورد نے اصل عقد مین لابشرط اشکال کیا ہی اور اُسکو بشرط شی یا بشرط لا وارد نہین کیا تو حضرت مجیب کو عقد
مذکور سے کثرت نسل کی غایت ہونے کی صورت مین استبعاد کے مرفوع ہونے کا دعوی کرنا کیونکر درست
ہوگا اسلیے کہ وہ از قبیل مصادرہ علی المطلوب ہی **البتہ** بر تقدیر وقوع اس احتمال کا راجح ہونا قابل تسلیم ہی
مع ذلک غرض مذکور سے ایسے وقت پُرخطر اور ہنگامہ پرحذر مین عقد کا واقع کرنا بھی ضرور مستبعد ہے
سلمنا لکن جناب قاسم کے بھائی جناب زید بن حسن اور حسن بن حسن علیہم السلام کا عقد بھی ہو چکا تھا
فقط اُنکے باقی رہنے کی فکر اس غرض کے حاصل ہو جانے مین کافی تھی **چنانچہ** بحمدہ تعالی آجتک روے
زمین پر ان حضرات کی نسل بکثرت موجود ہی اور خود حضرت امام حسن او حضرت امام حسین علیہما السلام کے
لیے اس مطلب کا معلوم ہونا بھی قرین قیاس ہی **پس** ایسی صورت مین جناب قاسمؑ کے عقد کا غرض مذکور
کی تحصیل کے لیے واقع کرنا مستبعد ہوگا حالانکہ اس وجہ کا جناب قاسمؑ کے باب مین جاری نہ ہونا خود
واضح ہی اسلیے کہ وہ جناب بتصریح اعلام حد بلوغ کو نہ پہونچے تھے اور لم یبلغ الحلم سے زمانۂ شباب یا
قرب زمان صبا کا مراد لینا مجاز اور خلاف ظاہر ہی جسکا ارتکاب بدون قرینۂ جلیہ درست نہین ہی **حالانکہ**
محققین علماء نے جناب قاسمؑ کے اُسوقت درحقیقت بالغ نہ ہونے کی تصریح کی ہی **چنانچہ** سپہر کاشانی
نے ناسخ التواریخ صفحہ ۲۸۳ کتاب دوم کی مجلد ششم مین تحریر فرمایا ہی نخستین قاسم بن حسنؑ آہنگ مبارزت
کرد و سلاح جنگ بر تن راست کرد شاکی السلاح بحضرت امامؑ آمد و ہنوز کودکی مراہق بود حسینؑ چون چشمش
بر آن کودک نورس افتاد کہ جان گرامی الخ **اور** کتاب مذکور کے صفحہ ۲۸۴ مین مرقوم ہی چہ قاسم باتفاق علماء
سیر حدود تکلیف را مالک و مشرف نبود اگرچہ من بندہ آن خبر را استوار نمیدانم لکن در تقویت خرد سالی قاسم
می نگارم کہ در تذکرۃ الائمہ مسطور است کہ قاسم در یوم طف نُہ سالہ بود الخ **اور** صاحب ریاض الشہادۃ نے
بھی جناب قاسمؑ کے کربلا مین غیر مکلف ہونے کی تصریح کی ہی چنانچہ کتاب مذکور کی جلد ثانی صفحہ ۷۶ ا بہ

مرقوم ہی قاسم بن حسنؑ کہ درانوقت بحد تکلیف نرسیدہ بود و دوازدہ یا سیزدہ سال بیشتر از عمر شریفش نگذشتہ بود الخ اور اوثق مجتہدین جناب شیخ جعفر نجفی رحمہ نے بھی اس مطلب پر نص فرمائی ہی چنانچہ فوائد المشاہد نسخہ مطبوعہ کے صفحہ ٣٦٥ مین مرقوم ہی حالا چرا وقتی کہ عمو را آن غریبی دید اذن خواست اذنش نداد جہتش آن ست کہ در روایت ست برز و ہو صغیر لم یبلغ الحلم کو چک بود ہنوز بحد تکلیف نرسیدہ بود و این مطلب کہ اذن ندادن امام باشد برای جہات مختصات این مظلوم ست چونکہ ہنوز بالغ نبود جہاد بر او واجب نبود انتہی بقدر الحاجۃ جناب شیخ کی اس عبارت سے فقرہ لم یبلغ الحلم کا اپنی حقیقت پر محمول ہونا معلوم ہوا بناءً علیہ جناب قاسم کے روز عاشورا بالغ ہونے کا احتمال کسی طرح درست نہین ہو سکتا چنانچہ صاحب ناسخ التواریخ نے اپنی عبارت منقولہ مین اس مطلب پر علماء سیر کے اتفاق کو نقل کیا ہے وکفی بذالک حجۃً و دلیلا **ہشتم** یہ کہ مجموع وجوہ مذکورہ کے سبب سے حضرت نے اس عقد کو واقع کیا ہو اور ہر ایک وجہ اس عقد کے لیے علت ناقصہ قرار پائے **اقول** یہ جواب بھی کسی طرح لرفع استبعاد مین کافی نہین ہی **ہان** اگر اصل عقد ثابت ہو جائے تو چونکہ فعل معصوم ہی اسلیے اُسکا نفس الامر مین حکم و مصالح پر مبنی ہونا ضرور ہی اگرچہ ہم کو ایک مصلحت بھی معلوم نہ ہو **تیسرا اشکال** بعض روایات سے جو روضۃ الواعظین وغیرہ مین منقول ہین جناب فاطمہ بنت الحسینؑ کے عقد کا جناب حسن مثنیٰ کے ساتھ واقع ہونا اور جناب حسن مثنیٰ کا بموت خود انتقال کرنا ثابت ہوتا ہی پس حضرت فاطمہ بنت الحسینؑ کے عقد کا جناب قاسم کے ساتھ واقع ہونا کیونکر درست ہوگا **اور** اسکا جواب یہ ہی کہ روایت مذکورہ کا صحیحۃ السند ہونا ثابت نہین **علاوہ برین** ہو سکتا ہی کہ حضرت کی اولاد مین دو فاطمہ ہون جن مین سے ایک کا عقد حضرت حسن مثنیٰ کے ساتھ اور دوسری کا عقد جناب قاسم کے ساتھ ہوا ہو اور محتمل ہی کہ فاطمہ بنت الحسینؑ کا عقد ایک مرتبہ حسن بن حسنؑ کے ساتھ اور ایک مرتبہ قاسم بن حسن کے ساتھ ہوا ہو اور عقد ثانی مین مصالح عدیدہ موجود ہون **اور** شریعت مطہرہ مین شوہر اول کی وفات کے بعد دوسرے عقد کا جائز ہونا محل تامل نہین ہی اور سیرت عرب سے عقد ثانی کا مستہجن نہ ہونا معلوم ہی اور اُسکا معیوب ہونا فقط اہل ہند کا رواج ہی **اقول** یہ جواب خالی از مزید استغراب نہین ہی اور اُسکا منشا بظاہر عدم تتبع کتب تاریخ و

ع اور جناب قاسم کی درحقیقت نابالغ ہونیکی علامہ مجلسی اور فاضل مربندی نے بھی تصریح فرمائی ہے اور ان سے کلام مجاہد نقل ہو ١٢ منہ عفی عنہ

مرقوم ہی قاسم بن حسنؑ کہ در انوقت بحد تکلیف نرسیدہ بود دوازدہ یا سیزدہ سال بیشتر از عمر شریفش نگذشتہ بود الخ اور اوثق مجتہدین جناب شیخ جعفر نجفی رحمہ نے بھی اس مطلب پر نص فرمائی ہی چنانچہ فوائد المشاہد نسخہ مطبوعہ کے صفحہ ۳۶۵ مین مرقوم ہی حالا چرا وقتی کہ عمو را آن غریبی نیز اذن خواست اذنش نداد جہتش آن ست کہ در روایت ست برز و ہو صغیر لم یبلغ الحلم کو چک بود ہنوز بحد تکلیف نرسیدہ بود و این مطلب کہ اذن نداون امام باشد برای جہات مختصات این مظلوم ست چونکہ ہنوز بالغ نبود جہاد براو واجب نبود انتہی بقدر الحاجۃ جناب شیخ کی اس عبارت سے فقرہ لم یبلغ الحلم کا اپنی حقیقت پر محمول ہونا معلوم ہوا بناءً علیہ جناب قاسمؑ کے روز عاشورا بالغ ہونے کا احتمال کسی طرح درست نہین ہو سکتا چنانچہ صاحب ناسخ التواریخ نے اپنی عبارت منقولہ مین اس مطلب پر علماء سیر کے اتفاق کو نقل کیا ہے وکفیٰ بذالک حجۃً و دلیلاً **ہشتم** یہ کہ مجموع وجوہ مذکورہ کے سبب سے حضرت نے اس عقد کو واقع کیا ہو اور ہر ایک وجہ اس عقد کے لیے علت ناقصہ قرار پائے **اقول** یہ جواب بھی کسی طرح لرفع استبعاد مین کافی نہین ہی **ہان** اگر اصل عقد ثابت ہو جائے تو چونکہ فعل معصوم ہی اسلیے اُسکا نفس الامر مین حکم و مصالح پر مبنی ہونا ضرور ہی اگرچہ ہم کو ایک مصلحت بھی معلوم نہ ہو **تیسرا اشکال** بعض روایات سے جو روضۃ الواعظین وغیرہ مین منقول ہین جناب فاطمہ بنت الحسینؑ کے عقد کا جناب حسن مثنیٰ کے ساتھ واقع ہونا اور جناب حسن مثنیٰ کا بموت خود انتقال کرنا ثابت ہوتا ہی پس حضرت فاطمہ بنت الحسینؑ کے عقد کا جناب قاسم کے ساتھ واقع ہونا کیونکر درست ہوگا **اور** اسکا جواب یہ ہی کہ روایت مذکورہ کا صحیحۃ المسند ہونا ثابت نہین **علاوہ برین** ہو سکتا ہی کہ حضرت کی اولاد مین دو فاطمہ ہون جن مین سے ایک کا عقد حضرت حسن مثنیٰ کے ساتھ اور دوسری کا عقد جناب قاسم کے ساتھ ہوا ہو اور محتمل ہی کہ فاطمہ بنت الحسینؑ کا عقد ایک مرتبہ حسن بن حسنؑ کے ساتھ اور ایک مرتبہ قاسم بن حسن کے ساتھ ہوا ہو اور عقد ثانی مین مصالح عدیدہ موجود ہون **اور** شریعت مطہرہ مین شوہر اول کی وفات کے بعد دوسرے عقد کا جائز ہونا محل تامل نہین ہی اور سیرت عرب سے عقد ثانی کا مستہجن نہ ہونا معلوم ہی اور اُسکا معیوب ہونا فقط اہل ہند کا رواج ہی **اقول** یہ جواب خالی از مزید استغراب نہین ہی اور اُسکا منشا بظاہر عدم تتبع کتب تاریخ و

ع اور جناب قاسم کی درحقیقت نابالغ ہونیکی علامہ مجلسی اور فاضل دربندی نے بھی تصریح فرمائی ہے جیسا کہ جلاء العیون سے نقل کیا ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

سیرت ہی اسلیے کہ فاطمہ بنت الحسین کے عقد کا حسن مثنی کے ساتھ واقع ہونا قابل تشکیک نہین ہی بلکہ جملہ مورخین وارباب سیرت اور علماے انساب اور اصحاب مقاتل کے نزدیک مسلم ہی چنانچہ بعض عبارات اس رسالہ مین بھی منقول ہوئی ہین اور اس مطلب کا ثبوت روایت مذکورہ کے صحیحۃ السند ہونے پر موقوف نہین ہی **مع ذلک** اُسکا مصطلح قدما کے موافق صحیح ہونا محل اشکال نہین ہی اور اصطلاح متاخرین کے موافق اگر اُسکے صحیح ہونے مین تامل ہو تو مضر نہین اسلیے کہ طریق حجیت کا اُس مین منحصر نہ ہونا معلوم ہی **والعجب** کہ حضرت مجیب نے قصۂ مذکورہ کی روایت بے سروپا مین جسکو فقط صاحب روضۃ الشہدا نے کسی مجہول الحال سے بطور تلفیق نقل کیا ہی اصلا قدح نہین کی حالانکہ اُسکے لیے معارضات کثیرہ موجود ہین بلکہ اُسکے مفید ظن بالوقوع ہونے کی تصریح کی ہی اور خصوص روایت مذکورہ مین جسکو اعلام فریقین منہم شیخنا المفید قدس سرہ والشیخ ابونصر البخاری نے بروجہ اعتماد نقل کیا ہو قدح کرتے ہین حالانکہ اُسکے لیے کوئی معارض ضعیف بھی موجود نہین ہی البتہ قصۂ مذکورہ کی روایت اُسکے مخالف ہی فلعل ذلک ھو الداعی الی القدح فیھا بل ھو ھو لیس الا **اور** حضرت کی اولاد مین دو فاطمہ کا معدود ہونا باطل محض ہی جسکی توضیح اس رسالہ مین بھی لکھی گئی ہی اور فاطمہ بنت الحسینؑ کے عقد ثانی کا احتمال محض بے معنی ہی اسلیے کہ حسن مثنی نے جناب قاسم کے قبل وفات نہین پائی بلکہ اُنکا جناب قاسمؑ کی شہادت کے بعد تا مدت دراز باقی رہنا اور صاحب اولاد کثیر ہونا معلوم ہی **لکن** واقعات تاریخیہ مین محض احتمال پر اکتفا کرنا اور کتب فن کی طرف رجوع نکرنا انسان کو ایسے احتمالات واہیہ کی طرف مضطر اور ملجی کرتا ہی جنکا فساد کسی طرح محل شبہہ نہ ہو اور اغلب وجوہ مذکورہ کا محض احتمال عقلی پر مبنی ہونا پوشیدہ نہین ہی جو اثبات واقعات مین کسی طرح مفید نہین ہو سکتا اور اسی بنا پر اُنکے تذکرہ سے اعراض کرنا سزاوار تھا **لکن** مزید اطمینان کے لیے بمجبوری اُن سے تعرض کرنا مناسب سمجھا گیا **چوتھا اشکال** روایت مشہورہ شاذ اور غیر مشہور ہی لہذا اُسپر اعتماد کرنا صحیح نہ ہوگا **اور** اسکا جواب یہ ہی کہ علم درایت مین شاذ کی دو قسمین بیان کی گئی ہین مردود اور مقبول **پس** اس روایت کا شاذ مردود ہونا کیونکر ثابت ہو بلکہ قرائن مذکورہ اُسکے شاذ مقبول ہونے کی دلیل واضح ہین **علاوہ برین** یہ مسئلہ از قبیل مسائل حلال وحرام نہین ہی جسکی وجہ سے اُسکا شاذ ہونا ضعف

مستند کا سبب ہو **اقول** اس جواب کا ضعف بھی واضح ہی اسلیے کہ روایت عروسی کا شاذ مردود ہونا محل
شبہہ نہین ہی کیونکہ جن بزرگوارون کے نصوص وتصریحات سے اس قصہ کا بے اصل وموضوع ہونا ثابت
ہوتا ہی اُنکا حفظ وعدالت اور ضبط وثاقت اظہر من الشمس ہی اور قصۂ مذکورہ کا راوی مجہول الحال ہی اور اُس سے
صاحب روضۃ الشہدا کا نقل کرنا اُسکی وثاقت کی سند نہین ہوسکتی خصوصًا جبکہ صاحب روضۃ الشہدا کے
منقولات اس باب مین خود متہافت اور متناقض واقع ہوے ہین چنانچہ اُنکی عبارات اس رسالہ مین بھی
منقول ہوچکی ہین اور قرائن مذکورہ جو حضرت مستدل کے کلام مین مذکور ہوے ہین وہ ہرگز قابل التفات نہین
ہین اسلیے کہ وہ محض احتمالات ہین جو مطالب تاریخیہ اور وقائع سیریہ کے اثبات ونفی مین کسی طرح مسموع
نہین ہوسکتے **بناءً علیہ** اُسکے شاذ مردود ومنکر بلکہ بے اصل محض ہونے مین تامل کرنا درست نہین ہی
اور ملخص کلام یہ ہی کہ تبصریح فحول علما کسی حدیث اصطلاحی شیعہ مین یہ قصہ وارد نہین ہوا جو مجیب علام کے
نزدیک بھی مسلم ہی اور علماے عامہ مین سے بھی جمہور علمانے اسکو نقل نہین کیا بلکہ اعلام فریقین نے اُن
مطالب کی تصریح کی ہی جو اس قصہ کے ساتھ جمع نہین ہوسکتے پس بعض عامہ کا کسی مجہول الحال سے اُسکا بطور
جمع وتلفیق نقل کرنا اُسکے مقبول ہونیکو کیونکر مقتضی ہوگا **اور** اس قصہ کا ازقبیل مسائل حلال وحرام نہونا
اُسکے ضعف مستند بلکہ اُسکے موضوع ومختلق ہونے سے مانع نہین ہوسکتا جسکی روایت کے جائز نہ ہونے
پر علمانے اتفاق کیا ہی **معہذالک** اس قصہ کے وقوع یا عدم وقوع سے بحث کرنا اگرچہ مسائل فقہیہ سے
خارج ہی اور فقیہ کو اُس سے بحث کرنا ضرور نہین ہی **لکن** اُسکا موضوع مسائل تکلیفیہ ہونا قابل انکار نہین
ہی **پس** ایسے قصہ کے ذکر کا جائز ہونا یا نہ ہونا مسائل حلال وحرام مین ضرور داخل ہی اگرچہ نفس قصہ
من حیث ھی اُنسے خارج ہی اور اس قصہ مین بحیثیت اولی کلام کیا جاتا ہی **واضح** ہو کہ خود حضرت مجیب
کی اُن تصریحات کی بناپر جو اُن سے خبر شاذ کے متعلق صادر ہوے ہین اس قصہ کی روایت کا شاذ مردود ہونا
مستفاد ہوتا ہی **قال رہ** والشاذ ما روی مخالفا لما رواہ الجمہور فان کان راویہ احفظ واضبط واعدل
من راوی ھذا الشاذ کان شاذا مردودا ولا فلا ومنہم من ردہ مطلقا نظرا الی شذوذہ ومنہم من
قبلہ کذلک نظرا الی وثاقۃ رواتہ وقال انہ لابد فیہ من وثاقۃ رواتہ **واما** الشاذ الذی یکون رواتہ
12 منہ

فان العالم المحرز لها اذا رئی کتب ھٰؤلاء الطائفۃ یحسبہا کانہا قد صدرت عن متعلمی ابا جد الصبیان فی دور المکاتیب الی اخرما فی ورق ۱۵۰ من اکسیر العبادات اس موعظہ حسنہ اور نصیحت بالغہ کا محصل یہ ہی کہ صاحبان تالیف و تصنیف پر اپنے کتب کے مضامین مین غور و تامل کرنے اور اخبار و روایات کے بدرایت و مزید تدبر اخذ کرنے اور بادی النظر کے مطالب کی طرف مبادرت اور ادراج مقاصد مین مسارعت نہ کرنے کی مراعات مطلقا لازم ہی اور علی الخصوص امور مذکورہ کا اُن مطالب مین ملحوظ رکھنا زیادہ اہم ہی جو عقائد سے متعلق ہون اور اہل مذہب کے خواص و عوام کے نزدیک اُنکا تذکرہ بکثرت ہوتا ہو اور بعض مصنفین سے احیانا ایسے امور غریبہ صادر ہونے ہین جو مضحک ثکلی ہوتے ہین جنکے سرزد ہونیکا منشا یہی ہی کہ وہ لوگ امور مذکورہ کی مراعات کو ترک کرتے ہین اور جبکہ کسی متصدی تالیف و تصنیف کے لیے علم احادیث علم اصول احادیث علم اسناد علم تفسیر علم اصول فقہ علم حکمت منصوجہ مین بہرۂ کامل و رحظ وافر حاصل نہ ہو تو اُس سے امور غریبہ بیشتر صادر ہوتے ہین اور جو شخص کہ علوم مذکورہ پر مطلع اور محیط ہوتا ہی وہ طائفۂ مذکورہ کے کتب اور مؤلفات کو اُن بچون کے اوہام و خیالات کے قبیل سے جانتا ہی جو ہنوز مکتب مین ابجد خوانی کرتے ہین فاضل دربندی کے اس کلام سے اخذ مطالب اور نقل مقاصد مین درپی تحقیق و تنقید ہونے پر جو حث و ترغیب مستفاد ہوتی ہی وہ صاحبان خبرت و بصیرت پر پوشیدہ و مخفی نہین ہی لیکن افسوس صد افسوس کہ خود فاضل دربندی علیہ الرحمہ نے اپنے اس موعظۂ بالغہ پر اصلا عمل نہین فرمایا جیسا کہ اُنکے تالیفات کی طرف رجوع کرنے سے معلوم ہوتا ہی آیا اخذ بدرایت اور مزید تدبر در نقل و روایت اسی کا نام ہی کہ کتاب الانساب سی کتاب خرافت مآب اپنی کتاب کے مدارک معتبرہ اور ماخذ موثوق بہا مین شمار کی جائے جسکے خرافات و مزخرفات کا انموذج یسیر اس رسالہ کے مقصد اول مین ذکر ہو چکا ہی اور بدون تامل اپنے کتب علی الخصوص اکسیر العبادات کو ہر رطب و یابس سے مملو و مشحون کر دیا جائے جس سے وہ آیۂ وافی ہدایہ اَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ کے پورے مصداق قرار پاگئے اور مزید برآن اُسکے پادر ہوا مطالب اور بے سروپا افسانون اور محض بے اصل قصون اور داستانون کی تائید و تسدید مین اپنی اوقات عزیزہ ضایع و برباد کیے جائین اور اپنی کتاب کے سفید و شفاف ورق بلا ضرورت تیرہ و سیاہ کیے جائین اور نیز فاضل مذکور ارشاد فرماتے ہین و کیف کان فلا ینبغی لاحد فی مجالس ذکر مصائب

اهل البیت ومادب الرثاء والتعزیة ما یوجب کثرة الهمسات الباطنیة والخیالات المختلطة المشوشة
فی قلوب المومنین وما یورث الوهن والضعف فی اعتقاداتهم فان غیرة المومنین المخلصین وحمیتهم
تابی من ذکر الامور التی لا یناسب ذکرها فی المجالس والمادب فکیف حجج الله الطاهرین وشیمة سادات
خلق الله اجمعین ولا سیما سید الشهداء الذی خیرؑ بین الذلة والسلة فاختار السلة علی الذلة فانه
سید اهل الاباء والانف واصحاب الغیرة والشیمة الفاضلة والمروة الکاملة والله سبحانه وتعالی اغیر
من الکل وهو حافظ وحفیظ فیا اخوانی ویا ایها المحبون الموالون فقد ورد عن الائمة المعصومینؑ ان
روایة واحدة مع الدرایة افضل من الف روایة بلا درایة واذا کان سید الساجدینؑ مع الحرم والنسوان
وهو معدن المروة والشیمة والغیرة ووارثها عن اباءه المعصومینؑ وفی شانهم وشان عدوهم نزلت

آیة ام یحسدون الناس علی ما اتاهم الله من فضله الخ فاذا کان من جملة اقل مقدوراته بحول الله وقوته
وبما اتاهم الله من فضله جعل الکوفة شاما والشام کوفة فکیف یرضی بحصول ما عن ذکره یشمئز قلوب
مخلصی شیعتهم المخلوقة من فواضل طینتهم الی اخر ما فی اخر المجلس الثانی والعشرین من اکسیر العبادات
فی ورق ۲۳۶ اور اس عبارت کا حاصل یہ ہی کہ اہل بیت اطہارؑ کی مجالس عزا اور محافل رثا مین ایسے امور
کا ذکر کرنا سزاوار نہین ہی جس سے اہل ایمان کے قلوب مین خیالات فاسدہ اور توہمات مشوشہ پیدا ہون یا
اُنکے اعتقادات حقہ مین وہن وضعف کے حادث ہونے کا سبب ہون اسلیے کہ مومنین با اخلاص کی غیرت ایسے
امور کو پسند نہین کرتی جنکا مجالس عزا مین تذکرہ کرنا مناسب نہ ہو پس حجج طاہرین کی غیرت اور حمیت اُن کو
کیونکر پسند کر سکتی ہی علی الخصوص جناب سید الشہداؑ کی غیرت اور حمیت ایسے امور پر کیونکر راضی ہو سکتی ہے
جنھون نے اپنی شہادت کو ذلت وعار پر مقدم کیا اسلیے کہ حضرت سید الشہداؑ خامس آل عبا سید اہل آبا اور
سرور اصحاب غیرت وحیا ہین با این ہمہ حق تعالی ہر شخص کی بہ نسبت زیادہ صاحب غیرت ہی پس اُسکی غیرت
ایسے امور کو بدرجۂ اولی پسند نہ کریگی اور وہ اپنے عباد مخلصین کو ہر امر ناگوار موجب ننگ وعار سے محفوظ رکھنے
والا ہی پس ای برادران ایمانی ائمۂ معصومینؑ سے وارد ہوا ہی کہ ایک روایت کا درایت کے ساتھ نقل ور
ضبط کرنا ہزار روایتون کے بدون درایت نقل ورضبط کرنے سے افضل وبہتر ہی پس جبکہ اہل حرم کی ہمراہی

مین سید الساجدین سے بزرگوار موجود ہون جنھون نے اپنے آبائے طاہرین کی غیرت وحمیت کو بوراثت
حاصل کیا ہو جنکی شان مین آیۂ کریمہ ام یحسدون الخ نازل ہوا ہو اور بفضلہ تعالی شام کا کوفہ اور کوفہ کا شام کر دینا
اُنکے اقل مقدورات مین محسوب ہو تو وہ ایسے امور سے کیونکر راضی ہوسکتے ہین جنکے ذکر سے مخلصین شیعہ
کے قلوب کو اشمئزاز ہوتا ہی **فاضل دربندی** رح نے اپنے اس کلام مین ایسے امور کے نقل کرنے کی ممانعت
فرمائی ہی جو مقتضائے غیرت وحمیت کے خلاف ہون اور موعظۂ سابقہ کی طرح اس موعظہ مین بھی روایت کے
بفہم ودرایت ضبط کرنے پر حث عظیم فرمائی ہی مگر افسوس ہی کہ خود فاضل دربندی نے اپنی تالیفات مین اس
موعظہ پر بھی ذرہ بھر عمل نہ کیا اور واعظ غیر متعظ ہی کے مصداق رہے **چنانچہ** کتاب اکسیر العبادات ہی مین
ان بزرگوار نے جو مطالب کہ جناب زینب بنت علی و فاطمہ علیہم السلام کے متعلق بدون درایت اور بدون تحقیق
وارد کیے ہین اُنکے سماعت کریگا کوئی صاحب حمیت وغیرت متحمل نہین ہوسکتا مین اُن مطالب مین سے
اس رسالہ مین ایک شمہ کے نقل کرنے کو بھی سوء ادب اور محض جسارت جانتا ہون اگر کوئی صاحب اُن مطالب
سخیفہ اور مضامین رکیکۂ ضعیفہ پر مطلع ہونا چاہین وہ فاضل مذکور کی کتاب مشار الیہ کی سیر کرین نعوذ باللہ
منہا **علاوہ برین** قاسم بن حسن علیہما السلام کی دامادی کے قصہ مین بھی بہت سے امور رکیکہ موجود ہین
جن مین سے بعض امور کی اس رسالہ مین بضرورت توضیح کی گئی ہی جن کے تذکرہ سے قلوب اہل ایمان کو
اشمئزاز ہوتا ہی اور ارباب غیرت وحمیت ہرگز اُنکے ذکر پر راضی نہین ہوسکتی چونکہ فاضل دربندی علیہ الرحمہ
نے اپنے مواعظ حسنہ پر خود عمل نہین کیا اسی لیے دیگر ذاکرین ورثات پر بھی اُنکے مواعظ کا کوئی اثر نہین ہوا
کیونکہ واعظ غیر متعظ کے وعظ پر اثر کا مترتب ہونا از قبیل شواذ ہی یہی وجہ ہی کہ ذاکرین مغفلین نے فاضل مذکور
کی طرح ہر رطب و یابس کو مجالس عزا (جو محل نزول ملائکۃ اللہ ہی) مین رواج دینے کو من جملۂ ضروریات قرار دیا ہے
الحمد للہ کہ اس رسالہ کا حصۂ دوم بھی تمام ہوا الحمد للہ اولا و آخرا والصلوۃ علی اشرف رسلہ و آلہ باطنا و ظاہرا

تمت

اشعار آبدار و دُرر شاہوار تاریخ تقریر حاسم از نتائج افکار شاعر حازم الاتی فی نظمہ بما یزری بالبزبر الباسم الناطق بالحق اذا لاح غیر خائف فی ذلک لومۃ لاح المتمسک بائمۃ الاثنی عشر جناب میرزا کاظم حسین صاحب المتخلص بالمحشر لازال فکرہ العالی ناظم الدرر الغوالی

یہ رسالہ ہے مدلل اسقدر
نور بخش بجم ایمانی ہے جو
جو سراسر ناسخ قول ضعیف
جس سے روشن سیکڑون راز نہان
کنز مخفی جس نے ظاہر کردیا
محشر آخر وجہ خاموشی ہے کیا
کیون نہین کہتے ہو تم مصراع سال
دل مرے پہلو سے یون گویا ہوا

جس سے روشن طالع عقل بشر
حق و باطل مین عیان جس ہو فرق
جسکا ہر جملہ دل آویز و لطیف
جسکا ہر جملہ صراط مستقیم
صدق کے گوہر سے دامان بھر دیا
شرع مین یہ کیون ہی شرم این و آن
کیون نہین کرتے ہو اظہار کمال
لکھدو مصرع طول آخر تا بکے

رہنمائے ذہن انسانی ہی جو
جس سے کشتی کذب کی ہوتی ہی غرق
نصرت اہل ذکر کی جس سی عیان
جو سراسر ہادی طبع سلیم
ملہم غیبی نے مجھ سے یون کہا
ہو بیے اظہار حق منھ مین زبان
دھیان جب آیا مجھے تاریخ کا
داستان عقد قاسم جھوٹ ہی
۳۰ ۱۳ھ

یہ بھی ملاحظہ فرما لیجیے

حقیر نے یہ مطبع مسمی بہ **تصویر عالم** محض اس غرض سے جاری کیا ہو کہ اس مین ہر قسم کا کام طلائی نقرئی سبز اودہ سرخ سفید اور نیز ہر قسم کا کام اور ایک ہی صفحہ پر کئی رنگ طبع ہو سکین اور ہمارے مطبع کے کاریگر بہت اعلی درجہ کے ہین کاتب نہایت اعلی درجہ کے خوشنویس - پریسمین عمدہ کاریگر لہذا خدمت مین اپنے معاصرین عالی حوصلہ کی عرض ہی کہ اپنی تصانیف بے بہا کو اگر طبع کرانا چاہین تو ہمارے کارخانہ مین بھیجدین ہم اُسکو موافق اُنکی دلی خواہش کے طبع کر دینگے البتہ اجرت موافق محنت کے ضرور لیجائیگی اگر پھر بھی موافق مرضی کام نہ ہوگا تو کل روپیہ واپس دینگے